يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (سورة النساء:1)

فیملی مسائل

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr.Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَاءً
(سورۃ النساء ۱)

فیملی مسائل

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

فیملی مسائل
Family Masail
By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب:	فیملی مسائل
مصنف:	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن:	مارچ ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپا سرائے، سنبھل، یوپی، ہندوستان

Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society, Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، مراد آباد، یوپی، 244302

فہرست

#	عنوان	صفحہ
١	پیش لفظ: محمد نجیب قاسمی سنبھلی	٩
٢	تقریظ: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب۔مہتمم دارالعلوم دیوبند	١١
٣	تقریظ: حضرت مولانا اسرارالحق قاسمی صاحب ۔ممبرآف پارلیمنٹ، ہند	١٢
٤	تقریظ: پروفیسراختر الواسع صاحب۔لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود	١٣
٥	والدین کی فرمانبرداری	١٤
٦	دوران حیات حقوق	١٨
٧	بعداز وفات حقوق	١٨
٨	حقوق الزوجین یعنی میاں بیوی کی ذمہ داریاں	٢٠
٩	حق کے معنی، حقوق کی ادائیگی	٢٠
١٠	زوجین (میاں بیوی)	٢١
١١	نکاح کے دواہم مقاصد	٢٢
١٢	زوجین (میاں بیوی) کی ذمہ داریوں کی تین قسمیں	٢٣
١٣	شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر	٢٣
١٤	شوہر کی چند اہم ذمہ داریاں:	٢٤
١٥	١) مہر کی ادائیگی	٢٤
١٦	٢) بیوی کے تمام اخراجات	٢٥
١٧	٣) بیوی کے لئے رہائش کا انتظام	٢٥
١٨	٤) بیوی کے ساتھ حسن معاشرت	٢٥

۱۹	بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر:	۲۷
۲۰	۱) شوہر کی اطاعت	۲۷
۲۱	۲) شوہر کے مال و آبرو کی حفاظت	۳۲
۲۲	۳) گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا	۳۳
۲۳	۴) بیوی، شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے	۳۴
۲۴	۵) عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو	۳۴
۲۵	چند مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں	۳۴
۲۶	شوہر باہر کے کام اور بیوی گھریلو کام انجام دے	۳۴
۲۷	جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر و ثواب	۳۶
۲۸	اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے مشترکہ فکر و کوشش	۳۶
۲۹	میاں بیوی کی وراثت میں شرکت	۳۷
۳۰	بیٹی اللہ کی رحمت	۳۸
۳۱	لڑکیوں کی پرورش کے فضائل سے متعلق احادیث	۳۹
۳۲	بیٹیوں کی تربیت کے لئے حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل	۴۱
۳۳	عقیقہ کے مسائل	۴۳
۳۴	عقیقہ کے چند اہم فوائد	۴۳
۳۵	عقیقہ سے متعلق چند احادیث	۴۳
۳۶	کیا ساتویں دن عقیقہ کرنا شرط ہے؟	۴۵
۳۷	کیا بچہ / بچی کے عقیقہ میں کوئی فرق ہے؟	۴۵
۳۸	بچہ / بچی کے عقیقہ میں فرق کیوں رکھا گیا؟	۴۶

۳۹	عقیقہ میں بکرا/ بکری کے علاوہ دیگر جانور (اونٹ یا گائے) کو ذبح کرنا	۴۶
۴۰	کیا اونٹ گائے وغیرہ کے حصہ میں عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟	۴۷
۴۱	کیا عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑ کر کھا سکتے ہیں؟	۴۷
۴۲	کیا بالغ مرد و عورت کا بھی عقیقہ جا سکتا ہے؟	۴۷
۴۳	عقیقہ سے متعلق دیگر مسائل	۴۸
۴۴	بچے کی پیدائش کے وقت کان میں اذان اور اقامت	۴۹
۴۵	اذان اور اقامت کہنے کی بعض حکمتیں	۴۹
۴۶	خواتین کے خصوصی مسائل	۵۱
۴۷	ا۔ حیض و نفاس کے مسائل	۵۱
۴۸	حیض یا نفاس والی عورتوں کے لئے ناجائز امور	۵۱
۴۹	A) ان دونوں حالت میں صحبت کرنا	۵۱
۵۰	B) نماز اور روزہ کی ادائیگی	۵۲
۵۱	C) قرآن کریم بغیر کسی حائل (کپڑے) کے چھونا	۵۲
۵۲	D) بیت اللہ کا طواف کرنا	۵۲
۵۳	E) مسجد میں داخل ہونا	۵۲
۵۴	F) بغیر چھوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا	۵۲
۵۵	۲۔ استحاضہ کے مسائل	۵۳
۵۶	۳۔ مانع حمل کے ذرائع کا استعمال	۵۴
۵۷	۴۔ اسقاط حمل (Abortion)	۵۴
۵۸	۵۔ رضاعت (دودھ پلانے) سے حرمت کا مسئلہ	۵۵

۵۹	محرم کا بیان (یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے)	۵۷
۶۰	نَسبی رشتے	۵۷
۶۱	رضائی رشتے	۵۷
۶۲	ازدواجی رشتے	۵۸
۶۳	عام رشتے	۵۸
۶۴	عورت جن مردوں کے ہمراہ سفر کرسکتی ہے	۵۹
۶۵	علم میراث اور اس کے مسائل	۶۱
۶۶	علم میراث کی اہمیت	۶۱
۶۷	علم میراث کے تین اہم اجزاء	۶۲
۶۸	میت کے ساز وسامان اور جائیداد میں چار حقوق ہیں	۶۳
۶۹	وصیت کا قانون	۶۳
۷۰	ورثاء کی ۳ قسمیں	۶۴
۷۱	میراث کس کو ملے گی؟	۶۵
۷۲	ا۔ خونی رشتے داری	۶۵
۷۳	۲۔ نکاح	۶۶
۷۴	شوہر اور بیوی کے حصے	۶۷
۷۵	باپ کا حصہ	۶۷
۷۶	ماں کا حصہ	۶۸
۷۷	اولاد کے حصے	۶۸
۷۸	بھائی و بہن کے حصے	۶۹

۷۹	وراثت سے متعلق ایک سوال کا جواب	۷۱
۸۰	نکاح ایک نعمت، طلاق ایک ضرورت اور عدت حکم الٰہی	۷۳
۸۱	نکاح۔ نعمت	۷۳
۸۲	طلاق۔ ضرورت	۷۴
۸۳	طلاق کا اختیار مرد کو	۷۵
۸۴	خُلَع	۷۶
۸۵	طلاق کی قسمیں	۷۶
۸۶	طلاق رجعی	۷۶
۸۷	طلاق بائن	۷۷
۸۸	طلاق مغلظہ	۷۷
۸۹	ایک ساتھ تین طلاق	۷۸
۹۰	عدت۔ حکم الٰہی	۸۰
۹۱	تین طلاق کا مسئلہ	۸۱
۹۲	سعودی عرب کے علماء کا فیصلہ تین طلاق دینے سے تین ہی طلاق پڑتی ہیں	۸۷
۹۳	مخالفین کا نقطۂ نظر	۸۸
۹۴	جمہور علماء کا مسلک	۹۴
۹۵	حدیث ابن عباسؓ کے جوابات	۱۰۰
۹۶	سعودی عرب کے علماء (مجلس ہیئت کبار علماء) کا فیصلہ	۱۰۵
۹۷	عدت کے مسائل	۱۰۷
۹۸	عدت کی شرعی حیثیت	۱۰۷

۹۹	عدت دو وجہوں سے واجب ہوتی ہے	۱۰۷
۱۰۰	۱) شوہر کی موت کی وجہ سے	۱۰۷
۱۰۱	۲) طلاق یا خلع کی وجہ سے	۱۰۸
۱۰۳	عدت کی مصلحتیں	۱۱۰
۱۰۴	عدت سے متعلق متفرق مسائل	۱۱۱
۱۰۵	اسلام اور ضبط ولادت	۱۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (Hajj-e-Mabroor) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تائیدی خطوط تحریر فرما کر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تائیدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔
ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔
اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔ روزمرہ استعمال میں آنے والے خاندانی مسائل سے متعلق متعدد مضامین کو (والدین کی فرمانبرداری، حقوق الزوجین، بیٹی اللہ کی رحمت، عقیقہ کے مسائل، بچے کی پیدائش کے وقت کان میں اذان اور اقامت، خواتین کے خصوصی مسائل، محرم کا بیان، علم میراث اور اس کے مسائل، نکاح ایک نعمت، طلاق ایک ضرورت اور عدت حکم الٰہی اور اسلام اور ضبط ولادت) کتابی شکل (فیملی مسائل) میں جمع کردیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام ہوسکے۔
اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تایید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرار الحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔
محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الهند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........

Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔

ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

[illegible]
Mohammad Asrarul Haque
Member of Parliament
(Lok Sabha)
Ref. No. [illegible]

15, South Avenue, New Delhi 110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314
E-mail: mahaqqasmi@gmail.com
Date 15/03/2016

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہورہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سا دینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لارہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعاگو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم. پی. لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاونڈیشن، نئی دہلی
Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

सत्यमेव जयते

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs
Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔ اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل و ابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق و فصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل و ذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جو از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دو سو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

والدین کی فرمانبرداری

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی توحید وعبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت ان کی خدمت اوران کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اوراسکی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا بنائے۔ان کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے۔ان کے حقوق کی ادائیگی کما حقہ ادا کرنے والا بنائے۔

آیات قرآنیہ:

☆ اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔اور عاجزی ومحبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا۔اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پرودگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔۔۔۔۔(سورہ بنی اسرائیل ۲۳، ۲۴) جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا وہیں والدین کے ساتھ احسان

کرنے کا حکم بھی دیا۔ایک دوسری جگہ اپنے شکر بجالانے کے ساتھ والدین کے واسطے بھی شکر کا حکم دیا۔اللہ اکبر، ذرا غور کریں کہ ماں باپ کا مقام ومرتبہ کیا ہے توحید وعبادت کے بعد اطاعت وخدمت والدین ضروری قرار دیا گیا کیونکہ جہاں انسانی وجود کا حقیقی سبب اللہ ہے تو وہیں ظاہری سبب والدین۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے،جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ (بخاری)

ماں باپ کی نافرمانی تو کجا، ناراضگی وناپسندیدگی کے اظہار اور جھڑکنے سے بھی روکا گیا ہے اور ادب کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے ''وَلَا تَنْهَرْ هُمَا وقُلْ لَّهُما قَوْلًا كَرِيْمًا'' ساتھ ہی ساتھ بازوئے ذلت پست کرتے ہوئے تواضع وانکساری اور شفقت کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہوتا ہے ''واخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمةِ'' اور پوری زندگی والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم ان کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے

وقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهما كما رَبّيَانِي صَغِيْرًا۔

☆ اور تم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔(سورہ النساء۳۶)

☆ ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ (سورہ العنکبوت۸)

احادیث شریفہ:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

دریافت کیا کہ اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی فرمانبرداری۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری، مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کرنے کے لئے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے کہا: (الحمدللہ) دونوں حیات ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو واقعی اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کا طالب ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کے پاس جا اور ان کی خدمت کر۔ (مسلم)

☆ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس شخص نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا باپ۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ چنانچہ تمہیں اختیار ہے خواہ (اس کی نافرمانی کر کے اور دل دکھا کے) اس دروازہ کو ضائع

کردو یا (اس کی فرمانبرداری اور اس کو راضی رکھ کر) اس دروازہ کی حفاظت کرو۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھا دیا جائے اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں گے۔ (مستدرک حاکم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ذلیل وخوار ہو، ذلیل وخوار ہو، ذلیل وخوار ہو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون ذلیل وخوار ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت کے ذریعہ) جنت میں داخل نہ ہو۔ (مسلم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔ والدین کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے۔ لہذا ہمیں والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ خاص کر جب والدین یا دونوں میں سے کوئی بڑھاپے کو پہنچ جائے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا حتی کہ ان کو اُف تک نہیں کہنا چاہیے۔ ادب واحترام اور محبت وخلوص کے ساتھ ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ ممکن ہے کہ

بڑھاپے کی وجہ سے ان کی کچھ باتیں یا اعمال آپ کو پسند نہ آئیں، آپ اس پر صبر کریں، اللہ تعالیٰ اس صبر کرنے پر بھی اجر عظیم عطا فرمائے گا، ان شاء اللہ۔
قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء نے والدین کے حسب ذیل بعض حقوق مرتب کئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے حقوق ادا کرنے والا بنائے:

دوران حیات حقوق: ان کا ادب واحترام کرنا۔ ان سے محبت کرنا۔ ان کی فرمانبرداری کرنا۔ ان کی خدمت کرنا۔ ان کو حتی الامکان آرام پہنچانا۔ ان کی ضروریات پوری کرنا۔ وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرنا۔

بعد از وفات حقوق: ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔ ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔ ان کے رشتے دار، دوست و متعلقین کی عزت کرنا۔ ان کے رشتے دار، دوست و متعلقین کی حتی الامکان مدد کرنا۔ ان کی امانت وقرض ادا کرنا۔ ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔ کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

نوٹ: والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کے درمیان مساوات قائم رکھیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کریں۔ عموماً غیر شادی شدہ اولاد سے محبت کچھ زیادہ ہو جاتی ہے، جس پر پکڑ نہیں ہے، لیکن بڑی اولاد کے مقابلے میں چھوٹی اولاد کو معاملات میں ترجیح دینا مناسب نہیں ہے، جس کی وجہ سے گھریلو مسائل پیدا ہوتے ہیں، لہذا والدین کو حتی الامکان

اولاد کے درمیان برابری کا معاملہ کرنا چاہئے۔ اگر اولاد گھر وغیرہ کے اخراجات کے لئے باپ کو رقم دیتی ہے تو اس کا صحیح استعمال ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے اور ہماری اولاد کو بھی ان حقوق کی ادائیگی کرنے والا بنائے۔

حقوق الزوجین یعنی میاں بیوی کی ذمہ داریاں

حق کے معنی: حق کے لغوی معنی ثابت ہونے یعنی واجب ہونے کے ہیں، اس کی جمع حقوق آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (سورۂ یٰس ۷) اُن میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے، سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔۔۔ حق' باطل کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقاً (سورۂ اسراء ۸۱) اور اعلان کردو کہ حق آ چکا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل کو مٹنا ہی تھا۔

حقوق کی ادائیگی: شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو اس بات پر متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے، اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقہ پر انجام دے اور لوگوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کرے۔ شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی کرے حتیٰ کہ بعض وجوہ سے حقوق العباد کو زیادہ اہتمام سے ادا کرنے کی تعلیمات دی گئیں۔

آج ہم دوسروں کے حقوق تو ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اپنے حقوق کا جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں، اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مطالبات کئے جارہے ہیں، تحریکیں چلائی جارہی ہیں، مظاہرے کئے جارہے ہیں، ہڑتالیں کی جارہی ہیں، حقوق کے نام سے انجمنیں اور تنظیمیں بنائی جارہی ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسی انجمنیں یا تحریکیں یا کوششیں موجود نہیں ہیں کہ جن میں یہ تعلیم دی جائے کہ

اپنے فرائض، اپنی ذمہ داریاں اور دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں وہ ہم کیسے ادا کریں؟ شریعت اسلامیہ کا اصل مطالبہ بھی یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریوں یعنی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ کوشش کرے۔

میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ دونوں کو ان کے فرائض یعنی ذمہ داریاں بتا دیں۔ شوہر کو بتا دیا کہ تمہارے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اور بیوی کو بتا دیا کہ تمہاری ذمہ داریاں کیا ہیں، ہر ایک اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ زندگی کی گاڑی اسی طرح چلتی ہے کہ دونوں اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر سے زیادہ ہو۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر زندگی بہت عمدہ خوشگوار ہو جاتی ہے۔

زوجین (میاں بیوی): دو اجنبی مرد و عورت کے درمیان شوہر اور بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جبکہ دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔ نکاحِ شرعی کے بعد دو اجنبی مرد و عورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج و خوشی، تکلیف و راحت اور صحت و بیماری غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ عقد نکاح کو قرآن کریم میں میثاق غلیظ کا نام دیا گیا ہے یعنی نہایت مضبوط رشتہ۔ نکاح کی وجہ سے بے شمار حرام امور ایک دوسرے کے لئے حلال ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے شوہر کے لئے لباس کے مانند ہے۔ شرعی نکاح کے بعد جب آدمی شوہر اور عورت بیوی بن جاتی

ہے تو ایک دوسرے کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا جائز ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے کے ذمہ جسمانی اور روحانی حقوق واجب ہوجاتے ہیں۔ شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے شوہر اور بیوی کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا نیز ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا یہ سب شریعت اسلامیہ کا جزء ہیں اور ان پر بھی اجر ملے گا، ان شاء اللہ۔

نکاح کے دو اھم مقاصد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں نکاح کے مقاصد میں سے دو اہم مقصد مندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمائے ہیں: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ. (سورۃ الروم ۲۱) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے آرام پاؤ۔ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدری قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ غرض اِس آیت میں نکاح کے دو اہم مقاصد بیان کئے گئے:

۱) میاں بیوی کو ایک دوسرے سے قلبی وجسمانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

۲) میاں بیوی کے درمیان ایک ایسی محبت، الفت، تعلق، رشتہ اور ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے جو دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

زوجین (میاں بیوی)کی ذمہ داریوں کی تین قسمیں:

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے، اس کا وجود خاندان کے ایک رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے۔ معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں:

۱) شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر۔

۲) بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر۔

۳) دونوں کی مشترکہ ذمہ داریاں یعنی مشترکہ حقوق۔

شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ ۲۲۸) اور (مردوں پر) عورتوں کا حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر حق ہے، معروف طریقہ پر۔ اس آیت میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اِس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔ واقعی یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کے اختصار کے باوجود معانی کا سمندر گویا کہ ایک کوزے میں سمودیا گیا ہے۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ مت سمجھنا بلکہ یہ یاد رکھنا کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے۔ ان

حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اسکی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔۔۔ اورظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔دوسری طرف اِس آیت میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اُس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔کوئی بیوی اُس وقت تک پسندیدہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کر کے اُس کو خوش نہ کرے، چنانچہ احادیث میں ایسی عورتوں کی تعریف فرمائی گئی ہے جو اپنے شوہر کی تابع دار اور خدمت گزار ہوں اوران سے بہت زیادہ محبت کرنے والی ہوں اورایسی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جوشوہروں کی نافرمانی کرنے والی ہوں۔

شوهر کی چند اهم ذمه داریاں حسب ذیل هیں:

۱) مہر کی ادائیگی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۃ النساء۴) عورتوں کو ان کا مہر راضی وخوشی سے ادا کردو۔نکاح کے وقت مہر کی تعیین اور شب زفاف سے قبل اس کی ادائیگی ہونی چاہئے، اگرچہ طرفین کے اتفاق سے مہر کی ادائیگی کو مؤخر بھی کرسکتے ہیں۔مہر صرف عورت کا حق ہے، لہٰذا شوہر یا اس کے والدین یا بھائی بہن کے لئے مہر کی رقم میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے۔﴿وضاحت﴾: شریعت نے کوئی بھی خرچہ صنف نازک پر نہیں رکھا ہے، شادی سے قبل اسکے تمام اخراجات والد کے ذمہ ہیں اور شادی کے بعد عورت کے کھانے، پینے، رہنے، سونے اور لباس کے تمام اخراجات شوہر کے

ذمہ ہیں، لہذا مہر کی رقم عورت کی خالص ملکیت ہے اس کو جہاں چاہے اور جیسے چاہے استعمال کرے، شوہر یا والد مشورہ تو دے سکتے ہیں مگر اُس رقم میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار صرف عورت کو ہے، اِسی طرح اگر عورت کو کوئی چیز وراثت میں ملی ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، والد یا شوہر کو وہ رقم یا جائیداد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲) بیوی کے تمام اخراجات: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۂ البقرہ ۲۳۳) بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا لازم ہے دستور کے مطابق۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امان میں تم نے اُن کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اُن کی شرمگاہوں کو تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ دستور کے مطابق اُن کا مکمل کھانے پینے کا خرچہ اور کپڑوں کا خرچہ تمہارے ذمہ ہے۔ (مسلم)

۳) بیوی کے لئے رہائش کا انتظام: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (سورۂ الطلاق ٦) تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں اُن عورتوں کو رکھو۔ اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ عدت کے دوران ان کی رہائش کا انتظام بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ شوہر کے ذمہ ہوگی۔

۴) بیوی کے ساتھ حسن معاشرت: شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ

تَـكْـرَهُـوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً (سورۃ النساء ۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔

شوہر کی چوتھی ذمہ داری "بیوی کے ساتھ حسن معاشرت" بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس کی ادائیگی کے مختلف طریقے حسب ذیل ہیں:

a) حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچہ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا اَنْـفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِـيَ صَدَقَةٌ (بخاری) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ صدقہ ہوگا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر اجر عطا فرمائے گا۔

b) بیوی سے مشورہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مرد کے لئے قوّام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم ہیں۔ لیکن حسن معاشرت کے طور پر عورت سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کے لئے مشورہ لینا چاہئے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمِـرُوا لِـلنِّسَـاءَ فِـيْ بَنَاتِهِنَّ (ابوداود، مسند احمد) یعنی بیٹیوں کے رشتے کے لئے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کرو۔

c) بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کریں، خاص طور پر جب کہ دیگر خوبیاں ومحاسن ان کے اندر موجود ہوں، یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً ہر عورت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور

رکھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عورت کی کوئی بات یا عمل ناپسند آئے تو مرد عورت پر غصہ نہ کرے کیونکہ اس کے اندر دوسری خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ (مسلم)

d) مرد بیوی کے سامنے اپنی ذات کو قابل توجہ یعنی اسمارٹ بنا کر رکھے کیونکہ تم جس طرح اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہو وہ بھی تمہیں اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔ صحابی رسول و مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے لئے ویسا ہی سجتا ہوں جیسا وہ میرے لئے زیب و زینت اختیار کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

e) گھر کے کام وکاج میں عورت کی مدد کی جائے، خاص کر جب وہ بیمار ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے تمام کام کر لیا کرتے تھے، جھاڑو بھی خود لگا لیا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند بھی خود لگا لیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود کر لیا کرتے تھے۔ (بخاری)

بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر:

ا) شوہر کی اطاعت: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کا کہنا مانتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت

کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت وفضیلت دینے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) مرد وعورت وساری کائنات کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔

(۲) مرد اپنے اور بیوی وبچوں کے تمام اخراجات برداشت کرتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَة﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّة (مُسند احمد) اگر عورت نے (خاص طور پر) پانچ نمازوں کی پابندی کی، ماہ رمضان کے روزے اہتمام سے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو گویا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ سے ایک سوال کرنے کے لئے بھیجا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم مردوں کو دیا ہے، چنانچہ اگر ان کو جہاد میں تکلیف پہنچتی ہے تو اُس پر ان کو اجر دیا جاتا ہے اور اگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں میں شمار ہوجاتے ہیں کہ مرنے کے باوجود وہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ان کو دیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ میں مذکور ہے) ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں،

ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن عورتوں کی طرف سے تم بھیجی گئی ہو، ان کو اطلاع کردو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف تمہارے لئے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے، لیکن تم میں سے کم ہی عورتیں اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔ (بزاز، طبرانی)

﴿وضاحت﴾ اِن دِنوں مرد وعورت کے درمیان مساوات اور آزادیٔ نسواں کا بڑا شور ہے اور بعض ہمارے بھائی بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد وعورت زندگی کے گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا سفر دونوں کو ایک ساتھ طے کرنا ہے، اب زندگی کے سفر کو طے کرنے میں انتظام کی خاطر یہ لازمی بات ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک سفر کا ذمہ دار ہوتا کہ زندگی کا نظام صحیح چل سکے۔ لہذا تین راستے ہیں:

(۱) دونوں کو ہی امیر بنایا جائے۔

(۲) عورت کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔

(۳) مرد کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔

پہلی شکل میں اختلاف کی صورت میں مسئلہ حل ہونے کے بجائے پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا جائے گا۔ دوسری شکل بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مرد وعورت کو پیدا کرنے والے نے صنف نازک کو ایسی اوصاف سے متصف پیدا کیا ہے کہ وہ مرد پر حاکم بن کر زندگی نہیں گزار سکتی ہے۔ لہذا اب ایک ہی صورت بچی اور وہ یہ ہے کہ مرد اس زندگی کے سفر کا امیر بن کر رہے۔ مرد میں عادتاً وطبعاً عورت کی بہ نسبت فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، نیز انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے اور عقل کے ذریعہ انسان غور وخوض

کرے تو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوت مرد کو عطا کی ہے، بڑے بڑے کام کرنے کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے، وہ عورت کو نہیں دی گئی۔ لہذا امارت اور سربراہی کا کام صحیح طور پر مرد ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس مسئلہ کے لئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھیں جس نے اِن دونوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں واضح الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کا حل پیش کردیا ہے:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء ۳۴) ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح الفاظ میں ذکر فرمادیا کہ مرد ہی زندگی کے سفر کا سربراہ رہے گا اور فیصلہ کرنے کا حق مرد ہی کو حاصل ہے، اگرچہ مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے فیصلوں میں شامل کرے۔۔ مرد حضرات بھی اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ بیشک مرد عورت کے لئے قوام یعنی امیر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی دونوں کے درمیان دوستی کا بھی تعلق ہے، یعنی انتظامی طور پر تو مرد قوام یعنی امیر ہے لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا مالک اور نوکرانی کے درمیان ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہوجاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو رب محمد کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو رب ابراہیم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو۔ اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی بلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری۔باب ما یجوز من الھجر)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کون ناراض ہورہا ہے؟ حضرت عائشہؓ۔ اور کس سے ناراض ہورہی ہیں؟ حضور اکرم ﷺ سے۔ معلوم ہوا کہ اگر بیوی ناراضگی کا اظہار کررہی ہے تو یہ مرد کی قوامیت یعنی امارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بڑی خوشی طبع کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ مجھے تمہاری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے۔

اسی طرح واقعۂ افک کو یاد کریں، جس میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تھی، جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ پر قیامت صغریٰ برپا ہوگئی تھی۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی شبہ ہوگیا تھا کہ کہیں حضرت عائشہؓ سے واقعی غلطی تو نہیں ہوگئی ہے۔ جب آیت برأت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت کا اعلان کیا تو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کھڑی ہو جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرو۔ حضرت عائشہؓ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں اور برأت کی آیات سن لیں اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت (اپنے پاک کلام میں) نازل فرمادی لیکن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، حدیث نمبر ۴۷۵۰) بظاہر حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض فرمایا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کو برا نہیں سمجھا، اس

لئے کہ یہ ناز کی بات ہے۔ یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں بلکہ دوستی کا بھی رشتہ ہے اور اس دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے۔

بہرحال! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے اس لئے فیصلہ اس کا ماننا ہوگا۔ ہاں بیوی اپنی رائے اور مشورہ دے سکتی ہے اور شریعت نے مرد کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ وہ حتی الامکان بیوی کی دلداری کا خیال بھی کرے لیکن فیصلہ اسی کا ہوگا۔ لہذا اگر بیوی چاہے کہ ہر معاملے میں فیصلہ ان کا چلے اور مرد قوام نہ بنے، تو یہ صورت فطرت کے خلاف ہے، شریعت کے خلاف ہے، عقل کے خلاف ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ گھر کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲) شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَالصَّالِحَاتُ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء۳۴) جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ نیک عورت ہے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کردے، جب شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو شوہر کا کہنا مانے۔ اگر شوہر کہیں باہر سفر میں چلا جائے تو اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ (ابوداود، نسائی)

شوہر کے مال کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں سے کچھ نہ لے، اوراس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے۔ ہاں اگر شوہر واقعی بیوی کے اخراجات میں کمی کرتا ہے تو بیوی اپنے اور اولاد کے خرچ کو پورا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا جب انہوں نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کے زیادہ بخیل ہونے کی شکایت کی تھی: خُذِيْ مَا يَكْفِيْكَ وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوْفِ اتنا مال لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے متوسط خرچہ کے لئے کافی ہو۔ (بخاری مسلم)

شوہر کی آبرو کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے، کسی نامحرم سے بلاضرورت بات نہ کرے۔شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

۳) گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا: یہ عورتوں کی وہ ذمہ داری ہے جو ان کی خلقت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، بلکہ یہ وہ بنیادی ذمہ داری ہے جسکی ادائیگی عورتوں پر لازم ہے۔عورتوں کو اس ذمہ داری کے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہئے کیونکہ اسی ذمہ داری کو صحیح طریقہ پر انجام دینے سے فیملی میں آرام وسکون پیدا ہوگا نیز اولاد دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب صحابۂ کرام اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرتے تھے تو اس کو شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت کی خصوصی تاکید کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا (بخاری ومسلم) عورت اپنے شوہر

کے گھر میں نگہبان اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بچوں کی تربیت وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بیوی کی چند اہم دیگر ذمہ داریاں:

۴) بیوی، شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں روزے رکھے مگر شوہر کی اجازت سے یعنی کسی عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا شوہر کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔

۵) عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو: عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہونا چاہئے تا کہ شوہر کا پیسہ فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔ گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے داخلی تمام امور پر نگاہ رکھے۔

چند مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں:

حتی الامکان خوشی وراحت وسکون کو حاصل کرنے اور رنج وغم کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے راز لوگوں کے سامنے ذکر نہ کئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی نظروں میں سب سے بدبخت انسان وہ ہوگا جو میاں بیوی کے آپسی راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ (مسلم)

شوہر باہر کے کام اور بیوی گھریلو کام انجام دے:

قرآن وسنت میں واضح طور پر ایسا کوئی قطعی اصول نہیں ملتا جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ کھانا

پکانا عورتوں کے ذمہ ہے، البتہ حضرت فاطمہ ؓ کی شادی کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان کام کی جو تقسیم کی وہ اس طرح تھی کہ باہر کے کام حضرت علیؓ دیکھتے تھے، گھریلو کام مثلاً کھانا بنانا، گھر کی صفائی کرنا وغیرہ حضرت فاطمہؓ کے ذمہ تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ زندگی قانونی پیچیدگیوں سے نہیں چلا کرتی، لہذا جس طرح قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ہے کہ کھانا پکانا عورت کے ذمہ ہے اسی طرح قرآن وسنت میں کہیں واضح طور پر یہ موجود نہیں ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا لازم ہے، اسی طرح قرآن وسنت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین کے گھر ملاقات کے لئے لے جایا کرے۔ اسی طرح اگر بیوی کے والدین یا بھائی بہن اس کے گھر آئیں تو مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ مرغ مسلم وکوفتے وکباب وغیرہ لے کر آئے۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی خدمت کے جزبہ سے رہیں۔ باہر کے کام مرد انجام دے اور عورت گھر کے معاملات کو بخوبی انجام دے۔

میاں بیوی کی مشترکہ ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی جنسی ضرورت کو پورا کریں۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی طرف بلائے (یہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے کنایہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ان تعلقات کو قائم کرنے کے لئے بلائے) اور وہ عورت نہ آئے یا ایسا طرز اختیار کرے کہ جس سے شوہر کا وہ منشا پورا نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو ساری رات صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، یعنی اس عورت پر خدا کی لعنت ہو اور لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت

اس کو حاصل نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر وثواب: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اجر عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: یا رسول اللہ! وہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے، اس پر کیا اجر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نفسانی خواہش کو ناجائز طریقے سے پورا کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! گناہ ضرور ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقہ کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو اللہ کے حکم کی وجہ سے کر رہے ہیں، اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۹،۱۶۷)

اپنے اهل وعیال کو جهنم کی آگ سے بچانے کے لئے مشترکه فکر وکوشش:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤمَرُوْنَ (سورۃ التحریم ٦) اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو تو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں مگر گھر والوں کا کیا کریں؟

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کو برائیوں سے روکتے رہو اور اچھائیوں کا حکم کرتے رہو، ان شاء اللہ یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا بنے گا۔

میاں بیوی کی وراثت میں شرکت:

دونوں میں سے کسی ایک کے انتقال ہونے پر دوسرا اسکی وراثت میں شریک ہوگا۔

شوہر اور بیوی کی وراثت میں چار شکلیں بنتی ہیں۔(سورۃ النساء ۱۲):

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/2 ملے گا۔

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/8 ملے گا۔

بیٹی اللہ کی رحمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ، یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ، یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثاً وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ. اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَاناً وَّاِنَاثاً وَیَجْعَلُ مَنْ یَشَآءُ عَقِیْماً ﴾ (سورہ الشوریٰ ۴۹۔۵۰)

آسمانوں اور زمین کی سلطنت وبادشاہت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دنوں عطا کردیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے۔۔۔۔ اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کرے مگر اولاد نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے وہ اس کو عطا فرمادیتا ہے۔لڑکیاں اور لڑکے دونوں اللہ کی نعمت ہیں۔لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی ضرورت ہے۔عورتیں مرد کی محتاج ہیں، اور مرد عورتوں کے محتاج ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایسا نظام قائم کیا ہے کہ جس میں دونوں کی ضرورت ہے اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

اللہ کی اِس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہم میں سے بعض احباب ایسے نظر آئیں گے کہ جن کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں، جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔اور اگر لڑکی پیدا ہوجائے تو خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات بچی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی

پر،اسی طرح گھر کے دیگر افراد عورت پر ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے۔ کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ لڑکیوں کو کم تر سمجھنا زمانۂ جاہلیت کے کافروں کا عمل تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔۔خوب سن لو کہ وہ (کفار مکہ) بہت برا فیصلہ کرتے ہیں﴾۔ (سورۃ النحل ۵۸۔۵۹) لہذا ہمیں بیٹی کے پیدا ہونے پر بھی یقیناً خوشی ومسرت کا اظہار کرنا چاہئے۔

نبی اکرم ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے۔

لڑکیوں کی پرورش کے فضائل سے متعلق احادیث:

☆ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ترمذی۔باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات)

☆ اسی مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بھی مروی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد فرمانے پر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس

ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک بیٹی کی اسی طرح پرورش کرے گا، اس کے لئے بھی جنت ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہو جائیں تو ان کی شادی کر دے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی۔ باب ما جاء فی النفقۃ علی البنات)

☆ حضرت عائشہؓ سے ایک قصہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس خاتون نے مجھ سے کچھ سوال کیا، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا، وہ کھجور میں نے اس عورت کو دیدی، اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا، خود کچھ نہیں کھایا، حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کا موقع ملے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لئے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

﴿وضاحت﴾: مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی شریعت اسلامیہ کے مطابق تعلیم وتربیت اور پھر ان کی شادی کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین فضیلتیں حاصل ہوں گی:

۱) جہنم سے چھٹکارا۔

۲) جنت میں داخلہ۔

۳) حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنت میں ہمراہی۔

قرآن کی آیات ودیگر احادیث کی روشنی میں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اولاد کی بہتر تعلیم وتربیت وہی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو، جیسا کہ پہلی حدیث میں گزرا (ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے)۔

حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل:

حضور اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں: حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، اور حضرت ام کلثومؓ۔ آپ ﷺ اپنی چاروں بیٹیوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی تین بیٹیوں کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ آپ ﷺ کی چاروں بیٹیاں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے۔

مسئلہ: جہاں تک محبت کا تعلق ہے، اس کا تعلق دل سے ہے اور اس میں انسان کو اختیار نہیں ہے، اس لئے اس میں انسان برابری کرنے کا مکلّف نہیں ہے۔یعنی کسی ایک بچہ یا بچی سے محبت زیادہ کرسکتا ہے۔مگر اس محبت کا بہت زیادہ اظہار کرنا کہ جس سے دوسرے بچوں کو احساس ہو، منع ہے۔

مسئلہ: اولاد کو ہدیہ اور تحفہ دینے میں برابری ضروری ہے۔لہذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے یا کپڑا یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری ضروری ہے۔اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں۔شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے، یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے۔ زندگی کا قاعدہ یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو برابر دیا جائے۔

مسئلہ: اگر ماں باپ کو ضرورت کے موقع پر اولاد میں کسی ایک پر کچھ زیادہ خرچ کرنا پڑے، تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً بیماری، تعلیم اور اسی طرح کوئی دوسری ضرورت ہو تو خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں ہے۔لہذا حسب ضرورت کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: بیٹی کی شادی کے بعد بھی بیٹی کا حق میراث ختم نہیں ہوتا ہے۔یعنی باپ کے انتقال کے بعد وہ بھی باپ کی جائیداد میں شریک رہتی ہے۔

عقیقہ کے مسائل

عقیقہ کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔شرعی اصطلاح میں نومولود بچہ ا بچی کی جانب سے اسکی پیدائش کے ساتویں دن جو خون بہایا جاتا ہے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔عقیقہ کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

عقیقہ کے چند اہم فوائد:

☆ زندگی کی ابتدائی سانسوں میں نومولود بچہ ا بچی کے نام سے خون بہا کر اللہ تعالیٰ سے اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

☆ یہ اسلامی Vaccination ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض پریشانیوں، آفتوں اور بیماریوں سے راحت مل جاتی ہے۔ (ہمیں دنیاوی Vaccinations کے ساتھ اس Vaccination کا بھی اہتمام کرنا چاہئے)۔

☆ بچہ ا بچی کی پیدائش پر جو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، خوشی کا اظہار ہو جاتا ہے۔

☆ بچہ ا بچی کا عقیقہ کرنے پر کل قیامت کے دن باپ بچہ ا بچی کی شفاعت کا مستحق بن جائے گا، جیسا کہ حدیث نمبر۲ میں ہے۔

☆ عقیقہ کی دعوت سے رشتے دار، دوست واحباب اور دیگر متعلقین کے درمیان تعلق بڑھتا ہے جس سے ان کے درمیان محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔

عقیقہ سے متعلق چند احادیث:

۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ ا بچی کے لئے عقیقہ ہے، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ، اور اس سے گندگی (سر کے بال) کو دور کرو۔ (بخاری)

۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ / بچی اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے۔ اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد)۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان: كل غلام مرتهن بعقيقته کی شرح علماء نے بیان کی ہے کہ کل قیامت کے دن بچہ / بچی کو باپ کے لئے شفاعت کرنے سے روک دیا جائے گا، اگر باپ نے استطاعت کے باوجود بچہ / بچی کا عقیقہ نہیں کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حتی الامکان بچہ / بچی کا عقیقہ کرنا چاہیے۔

۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے (ترمذی، مسند احمد)

۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے کی جانب سے دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکرا ہے۔ عقیقہ کے جانور مذکر ہوں یا مؤنث، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی بکرا یا بکری جو چاہیں ذبح کر دیں۔ (ترمذی، مسند احمد)۔

۵) رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، اسی دن ان کا نام رکھا اور حکم دیا کہ ان کے سروں کے بال مونڈھ دیے جائیں (ابوداود)۔

ان مذکورہ و دیگر احادیث کی روشنی میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ بچہ / بچی کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا، بال منڈوانا، نام رکھنا اور ختنہ کرانا سنت ہے۔ لہذا باپ کی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ اپنے نومولود بچہ / بچی کا عقیقہ کرسکتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ نبی

اکرم ﷺ کی اس سنت کو ضرور زندہ کرے تاکہ عنداللہ اجر عظیم کا مستحق بنے، نومولود بچہ /بچی کو اللہ کے حکم سے بعض آفتوں اور بیماریوں سے راحت مل سکے، نیز کل قیامت کے دن بچہ /بچی کی شفاعت کا مستحق بن سکے۔

کیا ساتویں دن عقیقہ کرنا شرط ہے؟

عقیقہ کرنے کے لئے ساتویں دن کا اختیار کرنا مستحب ہے۔ساتویں دن کو اختیار کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ زمانہ کے ساتوں دن بچہ /بچی پر گزر جاتے ہیں۔لیکن اگر ساتویں دن ممکن نہ ہو تو ساتویں دن کی رعایت کرتے ہوئے چودھویں یا اکیسویں دن کرنا چاہئے، جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ کا فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔اگر کوئی شخص ساتویں دن کے بجائے چوتھے یا آٹھویں یا دسویں دن یا اس کے بعد کبھی بھی عقیقہ کرے تو یقیناً عقیقہ کی سنت ادا ہوجائے گی، اس کے فوائد انشاء اللہ حاصل ہوجائیں گے، اگرچہ عقیقہ کا مستحب وقت چھوٹ گیا۔

کیا بچہ / بچی کے عقیقہ میں کوئی فرق ہے؟

بچہ /بچی دونوں کا عقیقہ کرنا سنت ہے، البتہ احادیث کی روشنی میں صرف ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ بچہ کے عقیقہ کے لئے دو اور بچی کے عقیقہ کے لئے ایک بکرا / بکری ضروری ہے۔لیکن اگر کسی شخص کے پاس بچہ کے عقیقہ کے لئے دو بکرے ذبح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو وہ ایک بکرا سے بھی عقیقہ کرسکتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت ابوداؤد میں موجود ہے۔

بچہ / بچی کے عقیقہ میں فرق کیوں رکھا گیا؟

اسلام نے عورتوں کو معاشرہ میں ایک ایسا اہم اور باوقار مقام دیا ہے جو کسی بھی سماوی یا خود ساختہ مذہب میں نہیں ملتا، لیکن پھر بھی قرآن کی آیات ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورہ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورہ النساء ۳۴) واحادیث شریفہ کی روشنی میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے مردوں کو عورتوں پر کسی درجہ میں فوقیت دی ہے، جیسا کہ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک ہر قوم میں اور ہر جگہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً حمل وولادت کی تمام تر تکلیفیں اور مصیبتیں صرف عورت ہی جھیلتی ہے۔ لہذا شریعت اسلامیہ نے بچہ کے عقیقہ کے لئے دو اور بچی کے عقیقہ کے لئے ایک خون بہانے کا جو حکم دیا ہے، اس کی حقیقت خالق کائنات ہی بہتر جانتا ہے۔

عقیقہ میں بکرا / بکری کے علاوہ دیگر جانور مثلاً اونٹ گائے وغیرہ کو ذبح کیا جاسکتا ہے؟

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ حدیث نمبر (۱ اور ۲) کی روشنی میں بکرا / بکری کے علاوہ اونٹ گائے کو بھی عقیقہ میں ذبح کر سکتے ہیں، کیونکہ اس حدیث میں عقیقہ میں خون بہانے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے بکرا / بکری کی کوئی شرط نہیں رکھی، لہذا اونٹ گائے کی قربانی دے کر بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز عقیقہ کے جانور کی عمر وغیرہ کے لئے تمام علماء نے عیدالاضحیٰ کی قربانی کے جانور کے شرائط تسلیم کئے ہیں۔

کیا اونٹ گائے وغیرہ کے حصہ میں عقیقہ کیا جاسکتا ہے؟

اگر کوئی شخص اپنے ۲ لڑکوں اور ۲ لڑکیوں کا عقیقہ ایک گائے کی قربانی میں کرنا چاہے، یعنی قربانی کی طرح حصوں میں عقیقہ کرنا چاہے، تو اس کے جواز سے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ہمارے علماء نے قربانی پر قیاس کرکے اس کی اجازت دی ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس طریقہ پر عقیقہ نہ کیا جائے بلکہ ہر بچہ / بچی کی طرف سے کم از کم ایک خون بہایا جائے۔

کیا عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑ کر کھا سکتے ہیں؟

بعض احادیث اور تابعین کے اقوال کی روشنی میں بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے احترام کے لئے جانور کی ہڈیاں جوڑوں ہی سے کاٹ کر الگ کرنی چاہئیں۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے اس موضوع سے متعلق کوئی ایسا اصول وضابطہ نہیں بنایا ہے کہ جس کے خلاف عمل نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ احادیث اور تابعین کے اقوال بہتر وافضل عمل کو ذکر کرنے کے متعلق ہیں۔ لہذا اگر آپ ہڈیاں توڑ کر بھی گوشت بنا کر کھانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ ہندوستان اور پاکستان میں عموماً گوشت چھوٹا چھوٹا کرکے یعنی ہڈیاں توڑ کر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

کیا بالغ مرد وعورت کا بھی عقیقہ جا سکتا ہے؟

جس شخص کا عقیقہ بچپن میں نہیں کیا گیا، جیسا کہ عموماً ہندوستان اور پاکستان میں عقیقہ چھوڑ کر چھٹی وغیرہ کرنے کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، جو کہ غلط ہے۔ لیکن اب بڑی عمر میں اس کا

شعور ہورہا ہے تو وہ یقیناً اپنا عقیقہ کرسکتا ہے، کیونکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا (اخرجہ ابن حزم فی "المحلّی"، والطحاوی فی "المشکل")۔ نیز احادیث میں کسی بھی جگہ عقیقہ کرنے کے آخری وقت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ بڑی بچی کے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں ہے، ایسی صورت میں بال نہ کٹوائیں، کیونکہ بال کٹوائے بغیر بھی عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

عقیقہ سے متعلق دیگر مسائل:

☆ قربانی کے جانور کی طرح عقیقہ کے جانور کی کھال یا تو غرباء ومساکین کو دے دیں یا اپنے گھریلو استعمال میں لے لیں۔

☆ کھال یا کھال کو فروخت کرکے اسکی قیمت قصائی کو بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے۔

☆ قربانی کے گوشت کی طرح عقیقہ کے گوشت کو خود بھی کھا سکتے ہیں اور رشتہ داروں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ اگر قربانی کے گوشت کے ۳ حصے کرلئے جائیں تو بہتر ہے: ایک اپنے لئے، ایک رشتے داروں کے لئے اور تیسرا حصہ غریبوں کے لئے، لیکن یہ تین حصے کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

☆ عقیقہ کے گوشت کو پکا کر رشتے داروں کو بلا کر بھی کھلا سکتے ہیں، اور کچا گوشت بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔

﴿نوٹ﴾ اگر بچہ / بچی کی پیدائش جمعہ کے روز ہوئی ہے تو ساتواں دن جمعرات ہوگا۔

بچے کی پیدائش کے وقت کان میں اذان اور اقامت

شریعت اسلامیہ نے بچے کی پیدائش کے وقت جن احکام شرعیہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا ہے ان میں سے ایک ولادت کے فوراً بعد بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا ہے۔

☆ حضرت ابورافع ؓ فرماتے ہیں: جب حضرت حسن بن علی ؓ کی پیدائش ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی ؓ کے کان میں اذان کہی۔ (ترمذی، ابوداود)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی ؓ کی پیدائش کے وقت ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ (بیہقی)

☆ حضرت حسن بن علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچے کی پیدائش کے وقت دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے تو ام صبیان سے حفاظت ہوتی ہے۔ (بیہقی) ام صبیان سے مراد ایک ہوا ہے جس سے بچے کو ضرر پہونچ سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے مراد جن لیا ہے اور کہا ہے کہ بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

اذان اور اقامت کہنے کی بعض حکمتیں:

۱) ولادت کے وقت اذان کہنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بچے کے کانوں میں سب سے پہلے اس ذات اقدس کا نام نامی داخل ہوتا ہے جس نے ایک حقیر قطرہ سے ایک ایسا خوبصورت انسان بنادیا، جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔

۲) احادیث (بخاری ومسلم) میں آتا ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات سن کر شیطان دور بھاگتا ہے۔ چونکہ بچے کی پیدائش کے وقت شیطان بھی گھات لگا کر بیٹھتا ہے تو اذان اور اقامت کی آواز سنتے ہی اس کے اثر میں کمی واقع ہوتی ہے۔

۳) دنیا دارالامتحان ہے اس لئے یہاں آتے ہی بچے کو سب سے پہلے دین اسلام اور عبادت الٰہی کا درس دیا جاتا ہے۔

نوٹ: بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے کے متعلق روایات میں ضعف ضرور موجود ہے لیکن متعدد شواہد کی بنا پر ان احادیث کو تقویت مل جاتی ہے۔ نیز ابتدا سے ہی امت مسلمہ کا عمل اس پر رہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے حدیث کو صحیح قرار دیکر فرمایا کہ امت مسلمہ کا عمل بھی اس پر چلا آرہا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمیں بچے کی پیدائش کے وقت حتی الامکان دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت ضرور کہنی چاہیے جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے پنی مشہور ومعروف کتاب "تحفۃ الودود فی احکام المولود" میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ نیز شیخ عبدالعزیز بن بازؒ ودیگر علماء کرام نے تحریر فرمایا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی بچے کی ولادت کے وقت اذان اور اقامت کے کلمات نہیں کہے گئے تو بعد میں بھی یہ کلمات کہے جاسکتے ہیں، لیکن اگر زیادہ ہی عرصہ گزر گیا تو پھر اذان اور اقامت کے کلمات کہنے کی ضرورت نہیں۔

خواتین کے خصوصی مسائل

۱۔ حیض ونفاس کے مسائل:

شریعت اسلامیہ میں حیض اُس خون کو کہتے ہیں جو عورت کے رحم (بچہ دانی) کے اندر سے متعینہ اوقات میں بغیر کسی بیماری کے نکلتا ہے۔ چونکہ یہ خون تقریباً ہر ماہ آتا ہے، اس لئے اس کو ماہواری (MC) بھی کہتے ہیں۔ اس خون کو اللہ تعالیٰ نے تمام عورتوں کے لئے مقدر کر دیا ہے۔ حمل کے دوران یہی خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے۔ لڑکی کے بالغ ہونے (۱۲۔۱۳ سال کی عمر) سے تقریباً ۵۰۔۵۵ سال کی عمر تک یہ خون عورتوں کو آتا رہتا ہے۔ حیض کی کم ازکم، اور زیادہ سے زیادہ مدت کے متعلق علماء کی رائے متعدد ہیں، البتہ عموماً اس کی مدت ۳ دن سے ۱۰ دن تک رہتی ہے۔

نفاس اُس خون کو کہتے ہیں جو رحم مادر سے بچہ کی ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد خارج ہوتا ہے۔ نفاس کی کم ازکم مدت کی کوئی حد نہیں ہے، (ایک دو روز میں بھی بند ہو سکتا ہے) اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت ۴۰ دن ہے۔ (مسلم، ابوداود، ترمذی) لہٰذا ۴۰ دن سے پہلے جب بھی عورت پاک ہو جائے، یعنی اس کا خون آنا بند ہو جائے، تو وہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ خون بند ہو جانے کے بعد بھی ۴۰ دن تک انتظار کرنا اور نماز وغیرہ سے رکے رہنا غلط ہے۔

حیض یا نفاس والی عورتوں کے لئے ناجائز امور:

A) ان دونوں حالت میں صحبت کرنا۔ (سورۂ البقرہ ۲۲۲) البتہ ان ایام میں سوائے مجامعت کے ہر جائز شکل میں استمتاع کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سوائے مجامعت (ہم بستری) کے ہر کام کر سکتے ہو۔ (مسلم)

B) نماز اور روزہ کی ادائیگی۔ (مسلم) حیض سے پاک وصاف ہو جانے کے بعد عورت روزے کی قضا کرے گی، لیکن نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ (بخاری و مسلم) نماز روزہ میں فرق کی وجہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ پھر بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ نماز ایسا عمل ہے جس کی بار بار تکرار ہوتی ہے، لہذا ممکن ہے کہ مشقت اور پریشانی سے بچنے کے لئے اس کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن روزہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے (سال میں صرف ایک مرتبہ اس کا وقت آتا ہے)، لہذا روزہ کی قضا کا حکم دیا گیا۔

C) قرآن کریم بغیر کسی حائل (کپڑے) کے چھونا۔ قرآن کریم کو صرف پاکی کی حالت میں ہی چھوا جا سکتا ہے، لہذا ناپاکی کے ایام میں عورت کسی کپڑے مثلاً باہری غلاف کے ساتھ ہی قرآن کو چھوئے۔ (سورہ الواقعہ ۷۹، نسائی)

D) بیت اللہ کا طواف کرنا۔ (بخاری و مسلم) البتہ سعی (صفا مروہ پر دوڑنا) ناپاکی کی حالت میں کی جا سکتی ہے۔ (بخاری)

E) مسجد میں داخل ہونا۔ (ابوداود) اگر عورت مسجد حرام یا کسی دوسری مسجد میں ہے اور ناپاکی کا وقت شروع ہو گیا تو عورت کو چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر نکل جائے، البتہ صفا مروہ یا مسجد حرام کے باہر صحن میں کسی جگہ بیٹھ سکتی ہے۔

F) بغیر چھوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ (ابوداود) اس سلسلہ میں علماء کی رائے مختلف ہیں، البتہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ان ایام میں قرآن کریم کی تلاوت بغیر دیکھے بھی نہ کی جائے۔ البتہ قرآن کریم میں وارد اذکار اور دعائیں ان

ایام میں پڑھی جاسکتی ہیں۔

﴿ نوٹ ﴾

☆ میاں بیوی کا حیض کی حالت میں صحبت کرنا، اور پیچھے کے راستے کو کسی بھی وقت اختیار کرنا حرام ہے۔

☆ حیض (ماہواری۔MC) کو وقتی طور پر روکنے والی دوائیں استعمال کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔

☆ حیض یا نفاس والی عورت کا خون جس نماز کے وقت شروع ہوا، اگر خون شروع ہونے سے قبل نماز کی ادائیگی نہ کرسکی تو پھر اس نماز کی قضا اس پر واجب نہیں ہے۔ البتہ جس نماز کے وقت میں خون بند ہوگا، غسل کرکے اس نماز کی ادائیگی اس کے ذمہ ہوگی۔

۲۔ استحاضہ کے مسائل:

حیض یا نفاس کے علاوہ بیماری کی وجہ سے بھی عورت کو کبھی کبھی خون آجاتا ہے جسکو استحاضہ کہا جاتا ہے۔ اس بیماری کے خون (استحاضہ) کے نکلنے سے وضو تو ٹوٹ جاتا ہے، مگر نماز اور روزہ کی ادائیگی اس عورت کے لئے معاف نہیں ہے۔ نیز ان بیماری کے ایام میں صحبت بھی کی جاسکتی ہے۔ (ابوداود، نسائی)

﴿ نوٹ ﴾

☆ اگر کسی عورت کو بیماری کا خون ہر وقت آنے لگے یعنی خون کے قطرے ہر وقت نکل رہے ہیں کہ تھوڑا سا وقت بھی نماز کی ادائیگی کے لئے نہیں مل پا رہا ہے تو اس کا حکم اس شخص کی طرح ہے جس کو ہر وقت پیشاب کے قطرات گرنے کی بیماری ہوجائے کہ وہ ایک وقت

کے لئے وضو کرے اور اس وقت میں جتنی چاہے نماز پڑھے، قرآن کی تلاوت کرے، دوسری نماز کا وقت شروع ہونے پر اس کو دوسرا وضو کرنا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ مانع حمل کے ذرائع کا استعمال:

شریعت اسلامیہ نے اگرچہ نسلوں کو بڑھانے کی ترغیب دی ہے، لیکن پھر بھی ایسے اسباب اختیار کرنے کی اجازت دی ہے جس سے وقتی طور پر حمل نہ ٹھہرے، مثلاً دواؤں یا کنڈوم کا استعمال، یا عزل کرنا (منی کو شرمگاہ کے باہر نکالنا)۔ (بخاری)

٤۔ اسقاط حمل (Abortion):

☆ اگر حمل ٹھہر جائے تو اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۳۱، سورہ الانعام ۱۵۱)

☆ البتہ شرعی وجہ جواز پائے جانے کی صورت میں بہت ہی نہایت محدود دائرہ میں حمل کا اسقاط جائز ہے۔

☆ چار مہینے مکمل ہو جانے کے بعد حمل کا اسقاط بالکل حرام ہے، کیونکہ وہ ایک جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

☆ اگر کسی وجہ سے حمل کے برقرار رہنے سے ماں کی جان کو خطرہ ہو جائے تو ماں کی زندگی کو بچانے کے لئے چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے۔ یہ محض دو ضرر میں سے بڑے ضرر کو دور کرنے، اور دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کی لئے اجازت دی گئی ہے۔

۵۔ رضاعت (دودھ پلانے) سے حرمت کا مسئلہ:

اگر کوئی عورت کسی دو سال سے کم عمر کے بچے کو اپنا دودھ پلا دے تو وہ دونوں ماں بیٹے کے حکم میں ہو جاتے ہیں، لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رضاعت (دودھ پلانے) کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے بچے نے دودھ پیا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَن يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾
جن عورتوں کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ہے، وہ اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں۔ (سورہ البقرہ ۲۳۳)

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رضاعت سے حرمت صرف اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ رضاعت (دودھ پلانا) دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے ہو۔ (ترمذی) یعنی دودھ پلانے سے ماں بیٹے کا رشتہ اسی وقت ہوگا جبکہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے بچے کو دودھ پلایا جائے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: حدیث صحیح ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی یہی تھا کہ رضاعت سے حرمت اسی وقت ثابت ہوگی جب دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے بچے نے دودھ پیا ہو۔ دودھ چھڑانے کی مدت کے بعد کسی مرد کو دودھ پلانے سے کوئی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ (ترمذی)

امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ ڈھائی سال تک بچے کو دودھ پلانے کی گنجائش رکھی ہے، البتہ علماء احناف کا فتویٰ دو سال تک ہی دودھ پلانے کا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو اس سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، البتہ ایسا کرنے سے بچنا چاہئے۔ صحابہ کرام کے

زمانے سے آج تک امت مسلمہ کے 99.99% محدثین، مفسرین، مفکرین، فقہا، نیز چاروں امام اور جمہور علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ کسی مرد کو عورت کا دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، یعنی دونوں کے درمیان کسی بھی شکل میں ماں بیٹے کا رشتہ نہیں بن سکتا ہے، اس کے لئے بنیادی شرط ہے کہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے بچے کو دودھ پلایا جائے۔

مَحُرَم کا بیان

(یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ھے)

سورۂ النساء کی ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

نَسبی رشتے:

☆ ماں (حقیقی ماں یا سوتیلی ماں، اسی طرح دادی یا نانی)

☆ بیٹی (اسی طرح پوتی یا نواسی)

☆ بہن (حقیقی بہن، ماں شریک بہن، باپ شریک بہن)

☆ پھوپھی (والد کی بہن خواہ سگی ہوں یا سوتیلی)

☆ خالہ (ماں کی بہن خواہ سگی ہوں یا سوتیلی)

☆ بھتیجی (بھائی کی بیٹی خواہ سگی ہوں یا سوتیلی)

☆ بھانجی (بہن کی بیٹی خواہ سگی ہوں یا سوتیلی)

رضاعی رشتے:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن عورتوں سے نسب کی وجہ سے نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے، رضاعت (دودھ پینے) کی وجہ سے بھی انہی رشتوں میں نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (بخاری ومسلم) غرض رضاعی ماں، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی اور رضاعی بھانجی سے نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں رضاعت سے حرمت اسی صورت میں ہوگی جب کہ دودھ چھڑانے کی مدت سے

پہلے دودھ پلایا گیا ہو۔

ازدواجی رشتے:

☆ بیوی کی ماں (ساس)۔

☆ بیوی کی پہلے شوہر سے بیٹی، لیکن ضروری ہے کہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔

☆ بیٹے کی بیوی (بہو) (یعنی اگر بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا مر جائے تو باپ بیٹے کی بیوی سے شادی نہیں کرسکتا)۔

☆ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا۔(اسی طرح خالہ اور اسکی بھانجی، پھوپھی اور اسکی بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا منع ہے)۔

عام رشتے:

☆ کسی دوسرے شخص کی بیوی (اللہ تعالٰی کے اِس واضح حکم کی وجہ سے ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد شادی نہیں کرسکتی ہے)۔

﴿وضاحت﴾

۱) بیوی کے انتقال یا طلاق کے بعد بیوی کی بہن (سالی)، اس کی خالہ، اس کی بھانجی، اس کی پھوپھی یا اس کی بھتیجی سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

۲) بھائی، ماموں یا چچا کے انتقال یا ان کے طلاق دینے کے بعد بھابھی، ممانی اور چاچی کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے۔

عورت کا جن مردوں سے پردہ نہیں ہے اور ان کے ہمراہ سفر کیا جاسکتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں، جیساکہ سورۂ النور کی آیت 31 اور سورۂ الاحزاب کی آیت 55 میں مذکور ہے:

نسبی رشتے:

☆ باپ (اسی طرح دادا یا نانا)

☆ بیٹا (اسی طرح پوتا یا نواسا)

☆ بھائی (حقیقی بھائی، ماں شریک بھائی، باپ شریک بھائی)

☆ چچا (والد کے بھائی خواہ سگے ہوں یا سوتیلے)

☆ ماموں (والدہ کے بھائی خواہ سگے ہوں یا سوتیلے)

☆ بھتیجا (بھائی کا بیٹا خواہ سگا ہو یا سوتیلا)

☆ بھانجا (بہن کا بیٹا خواہ سگا ہو یا سوتیلا)

رضاعی رشتے:

رضاعی باپ، رضاعی بیٹا، رضاعی بھائی، رضاعی چچا، رضاعی ماموں، رضاعی بھتیجا اور رضاعی بھانجا۔

ازدواجی رشتے:

☆ شوہر

☆ شوہر کے والد یا دادا

☆ شوہر کی پہلی / دوسری بیوی کا بیٹا

☆ داماد

﴿وضاحت﴾:

۱) خونی یا رضاعی یا ازدواجی رشتہ نہ ہونے کی وجہ سے عورت کو اپنے بہنوئی، دیور یا جیٹھ، خالو یا پھوپھا سے شرعی اعتبار سے پردہ کرنا چاہیئے اور ان کے ساتھ سفر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ غرضیکہ مرد اپنی سالی یا بھابھی کے ہمراہ سفر نہیں کرسکتا ہے۔

۲) عورتوں کو اپنے چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی سے پردہ کرنا چاہیئے اور ان کے ساتھ سفر بھی نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ عورت کی اپنے چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی سے شادی ہوسکتی ہے۔

علم میراث اور اس کے مسائل

لغوی معنی: میراث کی جمع مواریث آتی ہے جس کے معنی "ترکہ" ہیں یعنی وہ مال و جائیداد جو میت چھوڑ کر مرے۔ علم میراث کو علم فرائض بھی کہا جاتا ہے، فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے لیا گیا ہے جس کے معنی "متعین" ہیں۔ کیونکہ وارثوں کے حصے شریعت اسلامیہ کی جانب سے متعین ہیں اس لئے اس علم کو علم فرائض بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی: اس علم کے ذریعہ یہ جانا جاتا ہے کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کا وارث کون بنے گا اور کون نہیں نیز وارثین کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

⇔ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر میراث کے احکام بیان کئے گئے ہیں لیکن تین آیات (سورۃ النساء ۱۱، ۱۲ و ۱۷۶) میں اختصار کے ساتھ بیشتر احکام جمع کر دئے گئے ہیں۔ میراث کے مسائل میں فقہاء و علماء کا اختلاف بہت کم ہے۔

علم میراث کی اہمیت:

دین اسلام میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اس علم کو پڑھنے پڑھانے کی متعدد مرتبہ ترغیب دی ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے، اس کے مسائل لوگ جلدی بھول جاتے ہیں یہ پہلا علم ہے جو میری امت سے اٹھا لیا جائے گا۔ (ابن ماجہ - باب الحث علی تعلیم الفرائض ۲۷۱۹)

نبی اکرم ﷺ نے علم فرائض کو نصف علم قرار دیا ہے۔ اس کی مختلف توجیہات ذکر کی گئی ہیں

جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ایک زندگی کی حالت اور دوسری مرنے کی حالت۔ علم میراث میں زیادہ تر مسائل موت کی حالت کے متعلق ہوتے ہیں جبکہ دیگر علوم میں زندگی کے مسائل سے بحث ہوتی ہے، لہذا اس معنی کو سامنے رکھ کر علم میراث نصف علم ہوا۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی ایک دن دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ میراث کے معاملہ میں دو شخص اختلاف کریں گے تو کوئی شخص ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہیں ملے گا۔ (ترمذی، مسند احمد)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میراث کے مسائل کو سیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ایک حصہ ہے۔ (الدارمی ۲۸۵۱)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کو سیکھے اس کو چاہئے کہ وہ علم میراث کو بھی سیکھے۔ (رواہ البیھقی فی "الکبری" ۲۰۹/۶، الحاکم فی "المستدرک" ۸۰۴۲، الطبرانی فی "الکبیر" ۸۶۵۶، الدارمی فی "سننہ" ۲۹۱۴)

علم میراث کے تین اہم اجزاء ہیں:

مُوَرِّث (Muwarras): وہ میت جس کا ساز و سامان و جائیداد دوسروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔

وَارِث (Waris): وہ شخص جس کی طرف میت کا ساز و سامان و جائیداد منتقل ہو رہی ہے۔ وارث کی جمع ورثاء آتی ہے۔

مَوْرُوْث (Mouroos): ترکہ یعنی وہ جائیداد یا ساز وسامان جو مرنے والا چھوڑ کر مرا ہے۔

میت کے سازوسامان اور جائیداد میں چار حقوق ہیں:

۱) میت کے مال وجائیداد میں سے سب سے پہلے اس کے کفن ودفن کا انتظام کیا جائے۔

۲) دوسرے نمبر پر جو قرض میت کے اوپر ہے اس کو ادا کیا جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہمیت کی وجہ سے قرآن کریم میں وصیت کو قرض پر مقدم کیا ہے لیکن باجماع امت حکم کے اعتبار سے قرض وصیت پر مقدم ہے۔ یعنی اگر میت کے ذمہ قرض ہو تو سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے وہ ادا کیا جائے گا۔ پھر وصیت پوری کی جائے گی اور اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔

☆ اگر میت وجوب زکاۃ کے باوجود زکاۃ کی ادائیگی نہ کر سکا یا حج فرض ہونے کے باوجود حج کی ادائیگی نہ کر سکا یا بیوی کا مہر ابھی تک ادا نہیں کیا گیا تو یہ امور بھی میت کے ذمہ قرض کی طرح ہیں۔

۳) تیسرا حق یہ ہے کہ ایک تہائی حصہ تک اس کی جائز وصیتوں کو نافذ کیا جائے۔

وصیت کا قانون: ﴿مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَا، مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡنَ بِهَا، مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَا، مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَا﴾:

شریعت اسلامیہ میں وصیت کا قانون بنایا گیا تاکہ قانونِ میراث کی رو سے جن عزیزوں کو میراث میں حصہ نہیں پہنچ رہا ہے اور وہ مدد کے مستحق ہیں مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی موجود ہے یا

کسی بیٹے کی بیوہ مصیبت زدہ ہے یا کوئی بھائی یا بہن یا کوئی دوسرا عزیز سہارے کا محتاج ہے تو وصیت کے ذریعہ اس شخص کی مدد کی جائے۔ وصیت کرنا اور نہ کرنا دونوں اگرچہ جائز ہیں لیکن بعض اوقات میں وصیت کرنا افضل وبہتر ہے۔ وارثوں کے لئے ایک تہائی جائیداد میں وصیت کا نافذ کرنا واجب ہے، یعنی اگر کسی شخص کے کفن ودفن کے اخراجات اور قرض کی ادائیگی کے بعد ۹ لاکھ روپئے کی جائیداد بچتی ہے تو ۳ لاکھ تک وصیت نافذ کرنا وارثین کے لئے ضروری ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کرنے اور نہ کرنے میں وارثین کو اختیار ہے۔

﴿نوٹ﴾ کسی وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کے لئے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کو محروم رکھے گا (کچھ عرصہ کے لئے)۔ (ابن ماجہ - باب الحیف فی الوصیہ)

۴) چوتھا حق یہ ہے کہ باقی ساز وسامان اور جائیداد کو شریعت کے مطابق وارثین میں تقسیم کردیا جائے۔

نَصِيبًا مَّفْرُوضاً (النساء ۷)، فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ (النساء ۱۱)، وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ (النساء ۱۲)، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (النساء ۱۳) سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت میں ذکر کئے گئے حصوں کے اعتبار سے وارثین کو میراث تقسیم کرنا واجب ہے۔

ورثاء کی ۳ قسمیں:

۱) صاحب الفرض: وہ ورثاء جو شرعی اعتبار سے ایسا معین حصہ حاصل کرتے ہیں جس میں

کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوسکتی ہے۔ایسے معین حصے جو قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں وہ چھ ہیں: 1/6, 1/3, 2/3, 1/8, 1/4, 1/2۔

قرآن وسنت میں جن حضرات کے حصے متعین کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: بیٹی (بیٹی کی عدم موجودگی میں پوتی)، ماں وباپ (ماں باپ کی عدم موجودگی میں دادا ودادی)، شوہر، بیوی، بھائی وبہن۔

۲) عصبہ: وہ ورثاء جو میراث میں غیر معین حصے کے حقدار بنتے ہیں، یعنی اصحاب الفروض کے حصوں کی ادائیگی کے بعد باقی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے ہیں، مثلاً بیٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن وسنت میں جن ورثاء کے حصے متعین کئے گئے ہیں ان کو دینے کے بعد جو بچے گا وہ قریب ترین رشتہ دار کو دیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

۳) ذوی الارحام: وہ رشتے دار جو نمبر ۱ (صاحب الفرض) اور نمبر ۲ (عصبہ) میں سے کوئی وارث نہ ہونے پر میراث میں شریک ہوتے ہیں جیسے چچا، بھتیجے اور چچا زاد بھائی وغیرہ۔

میراث کس کو ملے گی؟

تین وجہوں میں سے کوئی ایک وجہ پائے جانے پر ہی وراثت مل سکتی ہے۔

ا۔ خونی رشتے داری: یہ دو انسانوں کے درمیان ولادت کا رشتہ ہے، البتہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں کو میراث نہیں ملے گی، مثلاً میت کے بھائی وبہن اسی صورت میں میراث میں شریک ہوسکتے ہیں جب کہ میت کی اولاد یا والدین میں سے کوئی ایک بھی حیات نہ ہو۔ یہ خونی رشتے اصول وفروع وحواشی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اصول (جیسے والدین، دادا، دادی وغیرہ) وفروع (جیسے اولاد، پوتے، پوتی وغیرہ) وحواشی (جیسے

بھائی،بہن،بھتیجے و بھانجے،چچااور چچازاد بھائی وغیرہ)۔

﴿وضاحت﴾:سورۃالنساءآیت نمبر۷ "مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالاقْرَبُوْن "سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میراث کی تقسیم ضرورت کے معیار سے نہیں بلکہ قرابت کے معیار سے ہوتی ہے۔اس لئے ضروری نہیں کہ رشتے داروں میں جوزیادہ حاجت مند ہواس کو میراث کا زیادہ مستحق سمجھا جائے بلکہ جومیت کے ساتھ رشتے میں قریب تر ہوگا وہ بہ نسبت بعید کے زیادہ مستحق ہوگا۔غرضیکہ میراث کی تقسیم الاقرب فالاقرب کے اصول پر ہوتی ہے خواہ مرد ہوں یا عورت،بالغ ہوں یا نابالغ۔

۲۔ نکاح (میاں بیوی ایک دوسرے کی میراث میں شریک ہوتے ہیں)۔

۳۔ غلامیت سے چھٹکارا (اس کا وجود اب دنیا میں نہیں رہا،اس لئے مضمون میں اس سے متعلق کوئی بحث نہیں کی گئی ہے)۔

شریعتِ اسلامیہ نے صنف نازک (عورتوں) اور صنف ضعیف (بچوں) کے حقوق کی مکمل حفاظت کی ہے اور زمانۂ جاہلیت کی رسم ورواج کے برخلاف انہیں بھی میراث میں شامل کیا ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃالنساءآیت ۷) میں ذکر فرمایا ہے۔

مردوں میں سے یہ رشتے دار وارث بن سکتے ہیں:

بیٹا، پوتا، باپ، دادا، بھائی، بھتیجا، چچا، چچازاد بھائی اور شوہر

عورتوں میں سے یہ رشتے دار وارث بن سکتے ہیں:

بیٹی، پوتی، ماں، دادی، بہن اور بیوی

﴿نوٹ﴾: اصول وفروع میں تیسری پشت (مثلاً پڑدادا یا پڑپوتے) یا جن رشتے داروں

تک عموماً وراثت کی تقسیم کی نوبت نہیں آتی ہے، ان کے احکام یہاں بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ تفصیلات کے لئے علماء سے رجوع فرمائیں۔

شوھر اور بیوی کے حصے: شوہراور بیوی کی وراثت میں چار شکلیں بنتی ہیں۔ (سورۃ النساء ۱۲)

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/2 ملے گا۔

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/8 ملے گا۔

﴿وضاحت﴾: اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو یہی متعین حصہ (1/4 یا 1/8) باجماع امت ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

باپ کا حصہ:

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کے والد حیات ہیں اور میت کا بیٹا یا پوتا بھی موجود ہے تو میت کے والد کو 1/6 ملے گا۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کے والد حیات ہیں البتہ میت کی کوئی بھی اولاد یا اولاد کی اولاد حیات نہیں ہے تو میت کے والد عصبہ میں شمار ہوں گے، یعنی معین حصوں کی ادائیگی کے بعد باقی ساری جائیداد میت کے والد کی ہو جائے گی۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کے والد حیات ہیں اور میت کی ایک یا زیادہ بیٹی یا پوتی حیات ہے البتہ میت کا کوئی ایک بیٹا یا پوتا حیات نہیں ہے تو میت کے والد کو 1/6 ملے

گا۔ نیز میت کے والد عصبہ میں بھی ہوں گے، یعنی معین حصوں کی ادائیگی کے بعد باقی سب میت کے والد کا ہوگا۔

ماں کا حصہ:

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کی ماں حیات ہیں البتہ میت کی کوئی اولاد نیز میت کا کوئی بھائی بہن حیات نہیں ہے تو میت کی ماں کو 1/3 ملے گا۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کی ماں حیات ہیں اور میت کی اولاد میں سے کوئی ایک یا میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی موجود ہیں تو میت کی ماں کو 1/6 ملے گا۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کی ماں حیات ہیں البتہ میت کی کوئی اولاد نیز میت کا کوئی بھائی بہن حیات نہیں ہے لیکن میت کی بیوی حیات ہے تو سب سے پہلے بیوی کو 1/4 ملے گا، باقی میں سے میت کی ماں کو 1/3 ملے گا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا تھا۔

اولاد کے حصے:

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کے ایک یا زیادہ بیٹے حیات ہیں لیکن کوئی بیٹی حیات نہیں ہے تو ذوی الفروض میں سے جو شخص (مثلاً میت کے والد یا والدہ یا شوہر یا بیوی) حیات ہیں ان کے حصے ادا کرنے کے بعد باقی ساری جائیداد بیٹوں میں برابر برابر تقسیم کی جائے گی۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت اس کے بیٹے اور بیٹیاں حیات ہیں تو ذوی الفروض میں سے جو شخص (مثلاً میت کے والد یا والدہ یا شوہر یا بیوی) حیات ہیں ان کے حصے ادا کرنے

کے بعد باقی ساری جائیداد بیٹوں اور بیٹیوں میں قرآن کریم کے اصول (لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر) کی بنیاد پر تقسیم کی جائے گی۔

☆ اگر کسی شخص کی موت کے وقت صرف اس کی بیٹیاں حیات ہیں بیٹے حیات نہیں تو ایک بیٹی کی صورت میں اسے 1/2 ملے گا اور دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہونے کی صورت میں انہیں 2/3 ملے گا۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النساء ۱۱) میں میراث کا ایک اہم اصول بیان کیا ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق حکم کرتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

شریعت اسلامیہ نے مرد پر ساری معاشی ذمہ داریاں عائد کی ہیں چنانچہ بیوی اور بچوں کے مکمل اخراجات عورت کے بجائے مرد کے ذمہ رکھے ہیں حتیٰ کہ عورت کے ذمہ خود اس کا خرچہ بھی نہیں رکھا، شادی سے قبل والد اور شادی کے بعد شوہر کے ذمہ عورت کا خرچہ رکھا گیا۔ اس لئے مرد کا حصہ عورت سے دوگنا رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو میراث دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصہ کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتایا کہ لڑکوں کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

بھائی و بہن کے حصے:

☆ میت کے بہن بھائی کو اسی صورت میں میراث ملتی ہے جبکہ میت کے والدین اور اولاد میں سے کوئی بھی حیات نہ ہو۔ عموماً ایسا کم ہوتا ہے اس لئے بھائی بہن کے حصے کا تذکرہ یہاں نہیں کیا ہے۔ تفصیلات کے لئے علماء سے رجوع فرمائیں۔

خصوصی ہدایت: میراث کی تقسیم کے وقت تمام رشتے داروں کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اگر میت کا کوئی رشتہ دار تنگ دست ہے اور ضابطۂ شرعی سے میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ دے دیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورۂ النساء ۸ و ۹) میں اس کی ترغیب دی ہے۔ ۱۰ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

تنبیہ: میراث وہ مال ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے اور اس میں سارے ورثاء اپنے حصے کے مطابق حق دار ہوتے ہیں۔ انتقال کے فوراً بعد مرنے والے کی ساری جائیداد ورثاء میں منتقل ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر کسی شخص نے میراث قرآن وسنت کے مطابق تقسیم نہیں کی تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں تقسیم میراث کی کوتاہیوں سے بچنے والا بنائے اور تمام وارثوں کو قرآن وسنت کے مطابق میراث تقسیم کرنے والا بنائے۔

نوٹ: انسان اپنی زندگی میں اپنے مال وسامان وجائیداد کا خود مالک ہے۔ اپنی عام صحت کی زندگی میں اپنی اولاد میں حتی الامکان برابری کرتے ہوئے جس طرح چاہے اپنی جائیداد تقسیم کر سکتا ہے البتہ موت کے بعد صرف اور صرف قرآن وسنت میں مذکورہ میراث کے طریقہ سے ہی ترکہ تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ مرتے ہی ترکہ کے مالک شریعت اسلامیہ کے حصوں کے مطابق بدل جاتے ہیں۔

نوٹ: یہاں میراث کے اہم اہم مسائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، تفصیلات کے لئے علماء کرام سے رجوع فرمائیں۔

وراثت سے متعلق ایک سوال کا جواب

صحت مند مرد وعورت کے لئے شرعی اعتبار سے اجازت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی جائداد یا رقم میں سے کسی بھی اولاد کو کم یا زیادہ جائداد یا رقم دے سکتا/سکتی ہے، تاہم اس کو چاہئے کہ حتی الامکان اولاد کے مصارف اور جائداد کو دینے میں برابری کرے۔ غرضیکہ کوئی بھی شخص اپنی صحت مند زندگی میں کسی بھی اولاد کی تعلیم، اس کے مکان کی تعمیر وغیرہ پر کم یا زیادہ رقم خرچ کرسکتا ہے، اسی طرح اولاد کے درمیان جائداد کی تقسیم کچھ کم یا زیادہ کے ساتھ کرسکتا ہے، تاہم اس کو چاہئے کہ حتی الامکان اولاد کے مصارف اور جائداد کو دینے میں برابری کرے۔

انتقال کے وقت کی جانے والی وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوسکتی ہے۔ مثلاً کسی شخص نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میری فلاں جائداد فلاں شخص (جو وراثت میں شریک نہیں ہے) کے لئے ہے اور اسی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیت اس متعین جائداد کے صرف ایک تہائی میں نافذ ہوگی، باقی دو تہائی حصے میں دیگر ورثاء بھی شریک ہوں گے۔ ہاں اگر دیگر ورثاء کو وصیت کے نفاذ پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر مکمل وصیت نافذ ہوجائے گی۔

شریعت اسلامیہ میں وصیت کا قانون بنایا گیا ہے تاکہ قانون میراث کی رو سے جن عزیزوں کو میراث میں حصہ نہیں پہنچ رہا ہے اور وہ مدد کے مستحق ہیں مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی موجود ہے یا کسی بیٹے کی بیوہ مصیبت زدہ ہے یا کوئی بھائی یا بہن یا کوئی دوسرا عزیز سہارے کا محتاج ہے تو وصیت کے ذریعہ اس شخص کی مدد کی جائے۔ وصیت کرنا اور نہ کرنا دونوں

اگرچہ جائز ہیں لیکن بعض اوقات میں وصیت کرنا افضل وبہتر ہے۔ وارثوں کے لئے ایک تہائی جائیداد میں وصیت کا نافذ کرنا واجب ہے، یعنی مثلاً اگر کسی شخص کے کفن دفن کے اخراجات اور قرض کی ادائیگی کے بعد ۹ لاکھ روپئے کی جائیداد بچتی ہے تو ۳ لاکھ تک وصیت نافذ کرنا وارثین کے لئے ضروری ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کرنے اور نہ کرنے میں وارثین کو اختیار ہے۔ کسی وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کے لئے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم رکھے گا (کچھ عرصہ کے لئے)۔ انتقال کے بعد جائداد یا رقم کی تقسیم صرف اور صرف وراثت کے قانون کے اعتبار سے ہوگی۔

مسئلہ مذکورہ میں ماں باپ کے انتقال کے بعد وارثین میں سے صرف اولاد کی موجودگی میں وراثت کی تقسیم میں ہر بیٹے کے دو حصے اور بیٹی کا ایک حصہ ہوگا خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ مثلاً ماں باپ کے انتقال پر اگر دو بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں تو جائداد اور رقم کے کل چھے حصے کئے جائیں گے، ہر بیٹے کو دو دو حصے جبکہ ہر بیٹی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

نکاح ایک نعمت، طلاق ایک ضرورت
اور عدت حکم الٰھی

نکاح ۔ نعمت: نکاح اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، جب یہ رشتہ قائم کیا جاتا ہے تو اس میں پائیداری ودوام مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نکاح کے مقصد کو اس طرح بیان فرماتا ہے: اور اسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے درمیان) محبت وہمدردی پیدا کردی۔ (سورۃ الروم ۲۱) اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر نکاح کو جائز قرار دیا، من جملہ ان مصالح وحکم کے ایک حکمت ومصلحت یہ بھی ہے کہ اس روئے زمین پر نوعِ انسانی، اصلاح ارض اور اقامت شرائع کے لئے اس کی نائب بن کر قیامت تک باقی رہے اور یہ مصلحتیں اسی وقت متحقق ہوسکتی ہیں جبکہ ان کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ستونوں پر ہوں، اور وہ ہے نکاح۔ ویسے تو نسل انسانی کا وجود مرد وعورت کے ملاپ سے ممکن تھا، خواہ وہ ملاپ کسی بھی طرح کا ہوتا، لیکن اس ملاپ سے جو نسل وجود میں آتی وہ اصلاح ارض اور اقامت شرائع کے لئے موزوں اور مناسب نہ ہوتی، نیک نسل نکاح سے ہی وجود میں آسکتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کا تقاضہ ہے کہ نکاح کا معاملہ عمر بھر کے لئے کیا جائے اور اس کو توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ اس معاملہ کے ٹوٹنے کا اثر نہ صرف میاں بیوی پر ہی پڑتا ہے، بلکہ اولاد کی بربادی اور بعض اوقات خاندانوں میں جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔ جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے دونوں میاں بیوی کو وہ

ہدایات دی ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا۔ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف رونما ہوں تو سب سے پہلے دونوں کو مل کر اختلاف دور کرنے چاہئیں۔ اگر بیوی کی طرف سے کوئی ایسی صورت پیش آئے جو شوہر کے مزاج کے خلاف ہو تو شوہر کو حکم دیا گیا کہ افہام و تفہیم اور زجر و تنبیہ سے کام لے۔ دوسری طرف شوہر سے بھی کہا گیا کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ نہ سمجھے بلکہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے۔ ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اس کی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔

طلاق۔ ضرورت: اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف دور نہ ہوں تو دونوں خاندان کے چند افراد کو حکم بنا کر معاملہ طے کرنا چاہئے۔ غرضیکہ ہر ممکن کوشش کی جانی چاہئے کہ ازدواجی رشتہ ٹوٹنے نہ پائے، لیکن بعض اوقات میاں بیوی میں صلح مشکل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دونوں کا مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، تو ایسی صورت میں ازدواجی تعلق کو ختم کرنا ہی طرفین کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ طلاق میاں بیوی کے درمیان نکاح کے معاہدہ کو توڑنے کا نام ہے۔ جس کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو اہم شرائط کے ساتھ صرف ایک طلاق دے دی جائے: (۱) عورت پاکی کی حالت میں ہو۔ (۲) شوہر عورت کی ایسی پاکی کی حالت میں

طلاق دے رہا ہو کہ اس نے بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔صرف ایک طلاق دینے پر عدت کے دوران رجعت بھی کی جاسکتی ہے، یعنی میاں بیوی والے تعلقات کسی نکاح کے بغیر دوبارہ بحال کئے جاسکتے ہیں۔عدت گزرنے کے بعد اگر میاں بیوی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نکاح بھی ہوسکتا ہے۔نیز عورت عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح بھی کرسکتی ہے۔غرضیکہ اس طرح طلاق واقع ہونے کے بعد بھی ازدواجی سلسلہ کو بحال کرنا ممکن ہے اور عورت عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا مکمل اختیار بھی رکھتی ہے۔

طلاق کا اختیار مرد کو: مرد میں عادتاً وطبعاً عورت کی بہ نسبت فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، نیز انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے اور عقل کے ذریعہ انسان غور وخوض کرے تو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قوت مرد کو عطا کی ہے، بڑے بڑے کام کرنے کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے، وہ عورت کو نہیں دی گئی۔لہذا امارت اور سربراہی کا کام صحیح طور پر مرد ہی انجام دے سکتا ہے۔اس مسئلہ کے لئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھیں جس نے اِن دونوں کو پیدا کیا ہے۔چنانچہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں واضح الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کا حل پیش کردیا ہے:﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء ۳۴) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ذکر فرمادیا کہ مرد ہی زندگی کے سفر کا سربراہ رہے گا اور فیصلہ کرنے کا حق مرد ہی کو حاصل ہے، اگرچہ مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے فیصلوں میں شامل کرے۔اسی وجہ سے

شریعت اسلامیہ نے طلاق دینے کا اختیار مرد کو دیا ہے۔

خُلَع: لیکن عورت کو مجبور محض نہیں بنایا کہ اگر شوہر بیوی کے حقوق کما حقہ ادا نہیں کر رہا ہے یا بیوی کسی وجہ سے اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ کو جاری نہیں رکھنا چاہتی تو عورت کو شریعت اسلامیہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر عورت واقعی مظلومہ ہے تو شوہر کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس کے حقوق کی ادائیگی کرے ورنہ عورت کے مطالبہ پر اسے طلاق دیدے خواہ مال کے عوض یا کسی عوض کے بغیر۔ لیکن اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے تو بیوی کو شرعی عدالت میں جانے کا حق حاصل ہے تاکہ مسئلہ کا حل نہ ہونے پر قاضی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرے۔ اس طرح عدالت کے ذریعہ طلاق واقع ہوجائے گی اور عورت عدت گذار کر دوسری شادی کرسکتی ہے۔ خلع کی شکل میں طلاق بائن پڑتی ہے یعنی اگر دونوں میاں بیوی دوبارہ ایک ساتھ رہنا چاہیں تو رجعت نہیں ہوسکتی بلکہ دوبارہ نکاح ہی کرنا ہوگا، جس کے لئے طرفین کی اجازت ضروری ہے۔

طلاق کی قسمیں: عمومی طور پر طلاق کی تین قسمیں کی جاتی ہیں: طلاق رجعی، طلاق بائن اور طلاق مغلظہ۔

طلاق رجعی: واضح الفاظ کے ذریعہ بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دی جائے۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی۔ یہ وہ طلاق ہے جس سے نکاح فوراً نہیں ٹوٹتا بلکہ عدت پوری ہونے تک باقی رہتا ہے۔ عدت کے دوران مرد جب چاہے طلاق سے رجوع کرکے عورت کو پھر سے بغیر کسی نکاح کے بیوی بنا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ شرعاً رجعت کے لئے بیوی کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

طلاق بائن: ایسے الفاظ کے ذریعہ جو صراحتاً طلاق کے معنی پر دلالت کرنے والے نہ ہوں، جیسے کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے میکے چلی جا، میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس طرح کے الفاظ سے طلاق اسی وقت واقع ہوگی جبکہ شوہر نے ان الفاظ کے ذریعہ طلاق دینے کا ارادہ کیا ہو ورنہ نہیں۔ ان الفاظ کے ذریعہ طلاق بائن پڑتی ہے یعنی نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے، اب نکاح کر کے ہی دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حلال ہو سکتے ہیں۔

طلاق مغلظہ: اکٹھا طور پر یا متفرق طور پر تین طلاق دینا طلاق مغلظہ (سخت) ہے، خواہ ایک ہی مجلس میں ہوں یا ایک ہی پاکی میں دی گئی ہوں۔ ایسی صورت میں نہ تو مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے اور نہ ہی دونوں میاں بیوی نکاح کر سکتے ہیں، الّا یہ کہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور دونوں نے صحبت بھی کی ہو، پھر یا تو دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے یا دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اسے طلاق دیدے تو پھر یہ عورت دوسرے شوہر کی طلاق یا موت کی عدت کے بعد پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۰) میں اس طرح بیان فرمایا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَن يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَن يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ (مطلقہ) عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔ ہاں اگر (دوسرا شوہر بھی) اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس (نیا نکاح کر کے) دوبارہ واپس

آ جائیں، بشرطیہ کہ انہیں یہ غالب گمان ہو کہ وہ اب اللہ کی حدود قائم رکھیں گے۔ اسی کو حلالہ کہا جاتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں: دوسرا نکاح صحیح طریقہ سے منعقد ہوا ہو۔ دوسرے شوہر نے ہم بستری بھی کی ہو۔ دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے یا وفات پا جائے اور دوسری عدت بھی گزر گئی ہو۔ حلالہ کے لئے مشروط نکاح کرنا حرام ہے۔

ایک ساتھ تین طلاق: طلاق رجعی اور طلاق بائن کی شکلوں میں عمومی طور پر اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی شخص نے ابغض الحلال طلاق کے صحیح طریقہ کو چھوڑ کر غیر مشروع طور پر طلاق دیدی مثلاً تین طلاقیں عورت کی ناپاکی کے ایام میں دے دیں، یا ایک ہی طہر میں الگ الگ وقت میں تین طلاقیں دے دیں، یا الگ الگ تین طلاقیں ایسے تین پاکی کے ایام میں دیں جس میں کوئی صحبت کی ہو، یا ایک ہی وقت میں تین طلاقین دے دیں، تو مذکورہ بالا تمام صورتوں میں تین ہی طلاق پڑنے پر پوری امت مسلمہ متفق ہے، سوائے ایک صورت کے، کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو کیا ایک واقع ہوگی یا تین۔ جمہور فقہاء وعلماء کی رائے کے مطابق تین ہی طلاق واقع ہوں گی۔ فقہاء صحابہ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین تین ہی طلاق پڑنے کے قائل تھے۔ نیز چاروں امام (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی، ہند، پاکستان، بنگلا دیش اور افغانستان کے علماء کرام کی بھی یہی رائے ہے۔

۱۳۹۳ھ میں سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء کرام کی اکثریت نے بحث ومباحثہ کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا تھا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ صرف علماء کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت یعنی اہل حدیث (غیر مقلدین) کی رائے ہے کہ ایک واقع ہوگی۔ ان حضرات نے جن دلائل کو بنیاد بنا کر ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر ایک واقع ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے جمہور فقہاء وعلماء ومحدثین نے ان کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد اسی بات پر متفق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار کی جائیں گی، لہذا اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو اختیار رجعت ختم ہو جائے گا نیز میاں بیوی اگر باہمی رضامندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو یہ نکاح درست اور حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ یہ عورت طلاق کی عدت گذارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں یعنی صحبت کریں۔ پھر اگر اتفاق سے یہ دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا وفات پا جائے تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے۔ یہی وہ جائز حلالہ ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر متعدد مواقع پر باقاعدہ طور پر تین ہی طلاق کا فیصلہ صادر کیا جاتا رہا، کسی ایک صحابی کا کوئی اختلاف بھی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور فقہاء کرام خاص کر (امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن

حنبلؒ) اور ان کے تمام شاگردوں کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی۔

اس وقت طوالت سے بچنے کے لئے دلائل پر بحث نہیں کی گئی ہے لیکن آئندہ صفحات میں تین طلاق کا مسئلہ کے تحت اور سعودی عرب کے علماء کے فیصلہ میں تمام دلائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

عدت ۔ حکم الٰهی: عدت کے لغوی معنی شمار کرنے کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں عدت اس معین مدت کو کہتے ہیں جس میں شوہر کی موت یا طلاق یا خلع کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان علاحدگی ہونے پر عورت کے لئے بعض شرعی احکامات کی پابندی لازم ہوجاتی ہے۔ عورت کے فطری احوال کے اختلاف کی وجہ سے عدت کی مدت مختلف ہوتی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں امت مسلمہ متفق ہے کہ شوہر کی موت یا طلاق یا خلع کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائیگی ہونے پر عورت کے لئے عدت واجب (فرض) ہے۔

عدت دو وجہوں سے واجب ہوتی ہے، تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

تین طلاق کا مسئلہ

موضوع بحث مسئلہ (طلاق) پر گفتگو کرنے سے قبل نکاح کی حقیقت کو سمجھیں کہ نکاح کی حیثیت اگر ایک طرف باہمی معاملہ ومعاہدہ کی ہے تو دوسری طرف یہ سنت وعبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔شریعت کی نگاہ میں یہ ایک بہت ہی سنجیدہ اور قابل احترام معاملہ ہے جو اس لئے کیا جاتا ہے کہ باقی رہے یہاں تک کہ موت ہی میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کرے۔یہ ایک ایسا قابل قدر رشتہ ہے جو تکمیل انسانیت کا ذریعہ اور رضائے الٰہی واتباع سنت کا وسیلہ ہے۔اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے ٹوٹنے سے نہ صرف میاں بیوی متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس سے پورے گھریلو نظام کی چولیں ہل جاتی ہیں اور بسا اوقات خاندانوں میں جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں میں طلاق سے زیادہ گھناؤنی اور کوئی چیز نہیں ہے۔(ابوداود)

اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ طلاق کا لفظ کبھی مذاق میں بھی زبان پر نہ لایا جائے۔

اسی لئے جو اسباب اس بابرکت اور مقدس رشتہ کو توڑنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں انہیں راہ سے ہٹانے کا شریعت نے مکمل انتظام کیا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی میں اختلاف کی صورت میں سب سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کی جائے، پھر زجر وتنبیہ (ڈانٹ ڈپٹ) کی جائے۔ اور اس سے بھی کام نہ چلے اور بات بڑھ جائے تو دونوں خاندان کے چند افراد مل کر معاملہ طے کرنے کی کوشش کریں۔لیکن بسا اوقات حالات اس حد تک بگڑ جاتے ہیں کہ اصلاح حال کی یہ ساری کوششیں بے سود ہوجاتی ہیں اور رشتہ ازدواج سے مطلوب فوائد حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا باہم مل کر رہنا ایک عذاب بن

جاتا ہے۔ ایسی ناگزیر حالت میں کبھی کبھی ازدواجی زندگی کا ختم کردینا ہی نہ صرف دونوں کے لئے بلکہ دونوں خاندانوں کے لئے باعث راحت ہوتا ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے طلاق اور فسخ نکاح (خُلع) کا قانون بنایا، جس میں طلاق کا اختیار صرف مرد کو دیا گیا کیونکہ اسمیں عادتاً وطبعاً عورت کے مقابلہ فکروتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۂ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۂ النساء ۳۴) میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن عورت کو بھی اس حق سے یکسر محروم نہیں کیا گیا بلکہ اسے بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شرعی عدالت میں اپنا موقف پیش کرکے قانون کے مطابق طلاق حاصل کرسکتی ہے جس کو خُلع کہا جاتا ہے۔

مرد کو طلاق کا اختیار دے کر اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اسے تاکیدی ہدایت دی گئی کہ کسی وقتی وہنگامی ناگواری میں اس حق کا استعمال نہ کرے۔ نیز حیض کے زمانہ میں یا ایسے طُہر (پاکی) میں جس میں ہم بستری ہوچکی ہے طلاق نہ دے کیونکہ اس صورت میں عورت کی عدت خواہ مخواہ لمبی ہوسکتی ہے۔ بلکہ اس حق کے استعمال کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس پاکی کے ایام میں ہم بستری نہیں کی گئی ہے ایک طلاق دے کر رک جائے، عدت پوری ہوجانے پر رشتہ نکاح خود ہی ختم ہوجائے گا، دوسری یا تیسری طلاق کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر دوسری یا تیسری طلاق دینی ہی ہے تو الگ الگ طہر میں دی جائے۔۔۔ پھر معاملۂ نکاح کو توڑنے میں یہ لچک رکھی گئی ہے کہ دوران عدت اگر مرد اپنی طلاق سے رجوع کرلے تو نکاح سابق بحال رہے گا۔۔۔ نیز عورت کو ضرر سے بچانے کی غرض سے حق رجعت کو بھی دو طلاقوں تک محدود کردیا گیا تا کہ کوئی شوہر محض عورت کو ستانے کے

لئے ایسا نہ کرے کہ ہمیشہ طلاق دیتا رہے اور رجعت کر کے قید نکاح میں اسے محبوس رکھے جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیات نازل ہونے سے پہلے بعض لوگ کیا کرتے تھے، بلکہ شوہر کو پابند کر دیا گیا کہ اختیار رجعت صرف دو طلاقوں تک ہی ہے۔ تین طلاقوں کی صورت میں یہ اختیار ختم ہو جائے گا بلکہ میاں بیوی اگر باہمی رضا مندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ایک خاص صورت کے علاوہ یہ نکاح درست اور حلال نہیں ہوگا۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه (سورۃ البقرہ ۲۳۰) میں یہی خاص صورت بیان کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے تیسری طلاق دے دی تو دونوں میاں بیوی رشتہ نکاح سے منسلک ہونا بھی چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے یہاں تک کہ یہ عورت طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں۔ پھر اگر اتفاق سے یہ دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا وفات پا جائے تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ یہی وہ جائز حلالہ ہے جس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔

اب موضوع بحث مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے حماقت اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ابغض الحلال طلاق کے بہتر طریقہ کو چھوڑ کر غیر مشروع طور پر طلاق دیدی مثلاً تین طلاقیں ناپاکی کے ایام میں دے دیں، یا ایک ہی طہر میں الگ الگ وقت میں تین طلاقیں دے دیں، یا الگ الگ تین طلاقیں ایسے تین پاکی کے ایام میں دیں جسمیں کوئی صحبت کی ہو، یا ایک ہی وقت میں تین طلاقین دے دیں -----------

تو اس کا کیا اثر ہوگا ؟؟؟

ابغض الحلال طلاق کے بہتر طریقہ کو چھوڑ کر مذکورہ بالا تمام غیر مشروع صورتوں میں تین ہی طلاق پڑنے پر تمام علماء کرام متفق ہیں، سوائے ایک صورت کے، کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو کیا ایک واقع ہوگی یا تین۔ جمہور علماء کی رائے کے مطابق تین ہی طلاق واقع ہوں گی۔ فقہاء صحابہ کرام حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ وغیرہ تین ہی طلاق پڑنے کے قائل تھے۔ نیز چاروں امام (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی، جیسا کہ ۱۳۹۳ھ میں سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء کرام کی اکثریت نے بحث ومباحثہ کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فیصلہ کیا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہ پوری بحث اور مفصل تجویز مجلة البحوث الاسلامیه ۱۳۹۷ھ میں ۱۵۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے جو اس موضوع پر ایک اہم علمی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس فیصلہ میں سعودی عرب کے جو اکابر علماء شریک رہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) شیخ عبدالعزیز بن باز (۲) شیخ عبد اللہ بن حمید (۳) شیخ محمد الامین الشنقیطی (۴) شیخ سلیمان بن عبید (۵) شیخ عبداللہ خیاط (۶) شیخ محمد الحرکان (۷) شیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ (۸) شیخ عبدالرزاق عفیفی (۹) شیخ عبدالعزیز بن صالح (۱۰) شیخ صالح بن غصون (۱۱) شیخ محمد بن جبیر (۱۲) شیخ عبدالمجید حسن (۱۳) شیخ راشد بن خنین (۱۴) شیخ صالح بن لحیدان (۱۵) شیخ محضار عقیل (۱۶) شیخ عبداللہ بن غدیان (۱۷) شیخ عبداللہ بن منیع۔ مضمون کے آخر میں بھی یہ

فیصلہ مذکور ہے۔ سعودی عرب کے اکابر علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ فرمایا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر تین ہی واقع ہوں گی۔ علماء کرام کی دوسری جماعت نے جن دو احادیث کو بنیاد بنا کر ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر ایک واقع ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، سعودی عرب کے اکابر علماء نے ان احادیث کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ نیز ہند، پاکستان، بنگلا دیش اور افغانستان کے جمہور علماء کرام کی بھی یہی رائے ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ (90-95%) اسی بات پر متفق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار کی جائیں گی، لہذا اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو اختیار رجعت ختم ہوجائے گا نیز میاں بیوی اگر باہمی رضامندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو یہ نکاح درست اور حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ یہ عورت طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں۔ پھر اگر اتفاق سے یہ دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا وفات پاجائے تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے۔ یہی وہ جائز حلالہ ہے جس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه (سورۃ البقرہ ۲۳۰)

﴿نوٹ﴾: خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر بے شمار مواقع پر باقاعدہ طور پر تین ہی طلاق کا فیصلہ صادر کیا جاتا رہا، کسی ایک صحابی

کا کوئی اختلاف حتی کہ کسی ضعیف روایت سے بھی نہیں ملتا۔ اس بات کو پوری امت مسلمہ مانتی ہے۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور فقہاء کرام خاص کر (امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) اور ان کے تمام شاگردوں کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی۔

سعودی عرب کی مجلس کبار علماء کا فیصلہ
تین طلاق دینے سے تین ھی طلاق پڑتی ھے

ابتدائیہ: وہ فروعی اور اختلافی مسائل، جن پر اصرار اور تشدد کو ہمارے ملک کے غیر مقلدین نے اپنا شعار بنا رکھا ہے، ان میں سے ایک مسئلہ تین طلاق کے ایک ہونے کا ہے۔ انہیں اصرار ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، یہ مسئلہ آج کل فرقہ پرست اور مسلم دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کچھ اس طرح پہونچ گیا ہے، کہ انہوں نے اس کو مسلم پرسنل لاء میں تحریف وترمیم کے لئے نقطۂ آغاز سمجھ لیا اور عنوان یہ بنایا گیا کہ اس کے ذریعہ سے مسلم معاشرہ کی اصلاح ہوسکے گی، پھر اسی بنیاد پر یہ مشورہ دیا جانے لگا کہ جب قدیم فتاویٰ سے انحراف کر کے طلاق کے مسئلہ میں نیا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے، تو کیوں نہ دوسرے مسائل پر بھی غور کیا جائے، حد تو یہ ہے کہ اس خالص علمی وفقہی مسئلہ کو اخبارات نے بازیچۂ اطفال بنادیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک فتنہ ہے۔

سعودی عرب کی ہیئت کبار علماء نے اپنے ایک اجلاس میں موضوع کے تمام گوشوں پر بحث ومناقشہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ایک لفظ سے دی گئی تین طلاق، تین ہی ہوتی ہے، یہ بحث ومناقشہ اور قرارداد ریاض کے مجلّہ البحوث الاسلامیۃ جلد اول کے تیسرے شمارہ میں شائع ہوئی ہے، اس بحث اور قرارداد کا ترجمہ اب سے چند سال پہلے محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر المجمع العلمی مئو کی جانب سے شایع ہوا تھا، چوں کہ غیر مقلدین سعودی عرب کو اپنا ہم مسلک سمجھتے ہیں اور عوامی سطح پر ان کو بطور حجت پیش کرتے ہیں، نیز اسلام دشمن عناصر بھی بعض مسائل میں مسلم ممالک کا حوالہ پیش کر

تے ہیں، اس لئے موجودہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔
خدا کرے یہ فتنہ ٹھنڈا ہو۔ مدیر المجمع العلمی

مخالفین کا نقطئہ نظر : مخالفین کی رائے میں بیک لفظ تین طلاق دینے سے ایک واقع ہوتی ہے، صحیح روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول مروی ہے اور صحابۂ کرام میں حضرت زبیرؓ، ابن عوفؓ، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ اور تابعین میں عکرمہ وطاؤس وغیرہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور ان کے بعد محمد بن اسحٰق ؒ، فلاسؒ، حارث عکلیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ نے بھی اس کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ علامہ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سوا اور کسی صحابی سے اس قول کی نقل صحیح ہم کو معلوم نہیں ہوئی۔ (اغاثہ/ ۹ /۱۷ / بحوالہ اعلام مرفوعہ/ ۳۰)

ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (البقرۃ:۲۲۹) ''طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ''۔

آیت کی توضیح یہ ہے کہ مشروع طلاق جس میں شوہر کا اختیار باقی رہتا ہے، چاہے تو بیوی سے رجعت کرے یا بلا رجعت اسے چھوڑ دے، یہاں تک کہ عدت پوری ہوجائے اور بیوی شوہر سے جدا ہوجائے وہ دوبار ہے۔ ''مرتان'' کا معنیٰ ''مرۃً بعد مرۃٍ'' ہے، خواہ ہر مرتبہ ایک طلاق دے یا بیک لفظ تین طلاق دے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ''دومرتبہ'' کہا ہے "دوطلاق" نہیں کہا ہے۔ اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا: فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره (البقرۃ:۲۳۰) ''پھر اگر طلاق دیدے عورت کو تو

پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کر لے''۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ تیسری مرتبہ بیوی کو طلاق دینے سے وہ حرام ہو جاتی ہے، خواہ تیسری مرتبہ ایک طلاق دی ہو یا بیک لفظ تین طلاق دی ہو۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ متفرق طور پر تین مرتبہ طلاق دینے کی مشروعیت ہوئی، لہذا ایک مرتبہ میں تین طلاق دینا ایک کہلائے گا اور وہ ایک سمجھا جائے گا۔

(۲) مسلمؒ نے اپنی صحیح میں بطریق طاؤس ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: **کان الطلاق الثلٰث علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابی بکرؓ و سنتین من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر رضی الله عنه ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ابو بکرؓ کی خلافت اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: لوگوں نے ایک ایسے معاملہ میں جس میں مہلت تھی عجلت سے کام لینا شروع کر دیا ہے، اگر ہم اسے یعنی تین طلاق کو نافذ کر دیتے تو اچھا ہوتا پس اسے نافذ کر دیا''۔ مسلم میں ابن عباسؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''ابو الصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدا میں تین طلاق ایک تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں، لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو نافذ کر دیا''۔

یہ حدیث بیک لفظ تین طلاق کے ایک ہونے پر وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں ہے، کیوں کہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں اس حدیث پر برابر عمل جاری رہا اور حضرت عمرؓ نے تین طلاق نافذ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگوں نے اس میں عجلت سے کام لینا شروع کر دیا ہے، انھوں نے نسخ کا دعوی نہیں کیا، نیز حضرت عمرؓ نے تین طلاق نافذ کرنے میں صحابۂ کرام سے مشورہ لیا اور کسی ایسی حدیث کے چھوڑنے میں جس کا نسخ حضرت عمرؓ کو معلوم ہو، صحابۂ کرام سے مشورہ نہیں کرتے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ کے جو جوابات دئے گئے ہیں، وہ یا تو پر تکلف تاویل ہے یا بلا دلیل لفظ کو خلاف ظاہر پر حمل کرنا ہے یا شذوذ واضطراب اور طاؤس کے ضعیف ہونے کا طعن ہے لیکن مسلم نے جب اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، تو یہ طعن نا قابل تسلیم ہے۔ مسلمؒ نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں صرف صحیح حدیث ہی روایت کریں گے اور پھر اس حدیث کو مطعون کرنے والے اسی حدیث کے آخری حصہ ''**فقال عمرؓ إن الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فيه اناة الخ**'' کو اپنے قول کی حجت بناتے ہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حدیث کا آخری حصہ قابل قبول حجت ہو اور اس کا ابتدائی حصہ اضطراب اور راوی کے ضعف کی وجہ سے نا قابل حجت ہو۔ اور اس سے بھی زیادہ بعید بات یہ ہے کہ عہد نبوی میں تین طلاق کے ایک ہونے پر عمل جاری رہا ہو، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ رہی ہو، جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا، ابھی وحی کا سلسلہ برابر جاری تھا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے حضرت عمرؓ کے زمانے تک پوری امت ایک خطا پر عمل کرتی رہی ہو۔ انھیں پھس پھسی باتوں

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کو ان کی حدیث کا معارض ٹھہرایا جائے ،علماء حدیث اور جمہور فقہاء کے نزدیک بشرطِ صحت راوی کی روایت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔اس کے خلاف اس کی رائے یا فتویٰ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کا بھی ہے جو ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ کرتے ہیں۔لوگوں نے عہد فاروقی میں ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور حدیث ابن عباسؓ کو اس اجماع کا معارض ٹھہرایا ہے، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اس مسئلہ میں سلف سے خلف تک اور آج تک اختلاف چلا آ رہا ہے۔

حدیث زوجۂ رفاعہ قرظی سے بھی استدلال درست نہیں، اس لئے کہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی تھی اور رفاعہ نضری کا اپنی بیوی کے ساتھ اس جیسا واقعہ ثابت نہیں کہ واقعات متعدد مانے جائیں اور ابن حجر نے تعدد واقعہ کا فیصلہ نہیں کیا ، انھوں نے یہ کہا ہے کہ اگر رفاعہ نضری کی حدیث محفوظ ہوگی ،تو دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ واقعہ متعدد ہے، ورنہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں کہا ہے: ’’........ لیکن مشکل یہ ہے کہ دونوں واقعہ میں دوسرے شوہر کا نام عبدالرحمٰن بن الزبیر متحد ہے‘‘۔

(۳) امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قال طلق ركانة بن عبد يزيد اخو بنى المطلب امرأته ثلاثا فى مجلس واحد فحزن وعليها حزناًشديداً، قال فسأله رسول الله عليه وسلم كيف طلقتها؟قال طلقتها ثلاثا قال فقال فى مجلسٍ واحدٍ، قال :نعم ، فقال فانما

تلك واحدة فارجعها ان شئت ، قال :فراجعها. ''رکانہ بن عبد یزید نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاق دی پھر اس پر بہت غمگین ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا،تم نے کیسی طلاق دی ہے؟ کہا کہ تین طلاق دی ہے، پوچھا کہ ایک مجلس میں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف ایک طلاق ہوئی اگر چاہو تو رجعت کر سکتے ہو،ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انھوں نے اپنی بیوی سے رجعت بھی کر لیا تھا''۔

ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ امام احمدؒ اس حدیث کے سند کی تصحیح وتحسین کرتے تھے۔(حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے'' **وھو معلول ایضاً** ''یعنی مسند احمد والی حدیث بھی بہت مجروح وضعیف ہے(ص:۳۱۹)اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو ابو داؤد ابن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے،پس اس حالت میں اگر اس کی اسناد حسن یا صحیح بھی ہو،تو استدلال نہیں ہوسکتا،اس لئے کہ اسناد کی صحت استدلال کی صحت کو مستلزم نہیں۔(اعلام مرفوعہ :۲۵)

اور یہ جو مروی ہے کہ رکانہ نے لفظ'' **بتہ** '' سے طلاق دی تھی،اسے احمدؒ، بخاریؒ اور ابو عبیدؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(امام شافعی،ابو داؤد، ترمذی،ابن ماجہ،ابن حبان، حاکم اور دار قطنی وغیرہ نے حضرت رکانہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی بی بی کو لفظ'' **بتہ** ''کے ساتھ طلاق دی.........حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص/ ۳۱۹، میں لکھا ہے (صحہ ابو داؤد وابن حبان والحاکم) یعنی اس حدیث کو ابو داؤد،ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ابن ماجہ/ ۱۴۹، میں ہے کہ میں نے اپنے استاذ طنافسی کو یہ فرماتے ہوئے سنا'' **ما اشرف هذا الحديث** ''

یہ حدیث کتنی شریف وبہتر ہے۔(اعلام مرفوعہ/۱۱۔العلامہ المحدث الاعظمی)

(۴) ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو سال میں ایک لفظ کی تین طلاق سے ایک ہی سمجھا جاتا رہا اور جو فتاویٰ صحابۂ کرام سے اس کے خلاف مروی ہیں، وہ حضرت عمرؓ کے تین طلاق نافذ کرنے کے بعد کے ہیں۔ تین طلاق نافذ کرنے سے حضرت عمرؓ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اسے ایک مستقل قاعدہ بنا ڈالیں جو ہمیشہ مستمر رہے، ان کا ارادہ تو یہ تھا کہ جب تک دواعی واسباب موجود ہیں، تین طلاق کو نافذ قرار دیا جائے، جیسا کہ تغیر حالات سے بدلنے والے فتاویٰ کا حال ہوتا ہے، اور امام کو اس وقت رعایا کی تعزیر کا حق بھی ہے، جس وقت ایسے معلاملات میں جن کے کرنے اور چھوڑنے کا ان کو اختیار ہو، سوئے تصرف پیدا ہو جائے جیسا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا کے طور پر غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے تین صحابہ کو ایک وقت تک اپنی بیویوں سے جدا رہنے کا حکم دیدیا تھا، باوجودیکہ ان کی بیویوں سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی یا جیسے شراب نوشی کی سزا میں زیادتی، یا تاجروں کی ناجائز نفع اندوزی کے وقت قیمتوں کی تعیین، یا جان ومال کی حفاظت کے لئے لوگوں کو خطرناک راستوں پر جانے سے روکنا، باوجودیکہ ان راستوں پر ہر ایک کو سفر کرنا مباح رہا ہو۔

(۵) پانچویں دلیل یہ ہے کہ تین طلاق کو لعان کی شہادتوں پر قیاس کیا جائے۔ اگر شوہر کہے میں اللہ کی چار شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو اسے ایک ہی شہادت سمجھا جاتا ہے، لہذا جب اپنی بیوی سے ایک مرتبہ میں کہا کہ میں تمہیں تین طلاق دیتا ہوں تو اسے ایک ہی طلاق سمجھا جائے گا اور اگر اقرار کا تکرار کئے بغیر کہے

کہ میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کرتا ہوں، تو اسے ایک ہی اقرار سمجھا جاتا ہے، یہی حال طلاق کا بھی ہے اور ہر وہ بات جس میں قول کا تکرار معتبر ہے، محض عدد ذکر کردینا کافی نہ ہوگا، مثلاً فرض نمازوں کے بعد تسبیح وتحمید وغیرہ۔

(شیخ شنقیطی نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کے شوہر اگر لعان کی صرف ایک ہی شہادت پر اکتفا کرلے تو وہ کالعدم قرار دیدی جاتی ہے، جب کہ ایک طلاق کالعدم نہیں قرار دی جاتی، وہ بھی نافذ ہوجاتی ہے۔(اضواء البیان، ۱/۱۹۵، بحوالہ مجلّہ البحوث)

جمہور علماء کا مسلک: بیک لفظ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوجائیں گی، یہ جمہور صحابہ وتابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کا مسلک ہے اور اس پر انھوں نے کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے دلائل قائم کئے ہیں۔ ان میں سے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) **یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة واتقوا اللہ ربکم لا تخرجو ھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً.** (الطلاق:۱)

"اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے، ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں، مگر جو صریح بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے

بڑھے تو اس نے اپنا برا کیا اس کو خبر نہیں کہ شاید اللہ اس طلاق کے بعد نئی صورت پیدا کردے"۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے وہ طلاق مشروع کی ہے جس کے بعد عدت شروع ہو، تاکہ طلاق دینے والا بااختیار ہو، چاہے تو عمدہ طریقہ سے بیوی کو رکھ لے یا خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ اختیار اگر چہ ایک لفظ میں رجعت سے پہلے تین طلاق جمع کر دینے سے نہیں حاصل ہوسکتا، لیکن آیت کے ضمن میں دلیل موجود ہے کہ یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی، اگر واقع نہ ہوتی تو وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا نہ کہلاتا اور نہ اس کے سامنے دروازہ بند ہوتا، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے: **ومن يتق الله يجعل له مخرجاً.** مخرج کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے رجعت کی ہے۔ ایک سائل کے جواب میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"**ومن يتق الله يجعل له مخرجاً** "اور تم نے اللہ سے خوف نہیں کیا، لہذا میں تمہارے لئے کوئی خلاصی کی راہ نہیں پاتا ہوں، تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تم سے تمہاری بیوی جدا ہوگئی۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق دیدے، وہ خود پر ظلم کرنے والا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے، تو اس کو اللہ سے ڈرنا نہیں کہا جاسکتا ، جس کا حکم "**ومن يتق الله الخ** "میں دیا گیا ہے اور جس کا التزام کرنے سے خلاصی کی سبیل پیدا ہوتی اور نہ یہ ظالم کی سزا بن سکتی ہے، جو حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے تو گویا شارع نے ایک منکر بات کہنے والے پر اس کا اثر مرتب نہیں کیا، جو اس کے لئے عقوبت بنتا، جیسا کہ بیوی سے ظہار کرنے والے پر بطور عقوبت کفارہ لازم ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں طلاق نافذ کر کے طلاق دینے والے کو سزا دی ہے اوراس کے سامنے راستہ مسدود کر دیا ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ سے خوف نہیں کیا خود پر ظلم کیا اور اللہ کی حدود سے تجاوز کیا۔

(۲) صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: **ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقت فسئل النبی صلی الله علیه وسلم اتحل للاول؟ قال: لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول.** ''ایک شخص نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدیں، اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا، دوسرے شوہر نے قبل خلوت کے طلاق دیدی، آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ اب پہلے کے لئے حلال ہوگئی یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں تاوقتیکہ دوسرا شوہر پہلے کی طرح لطف اندوزِ صحبت نہ ہو، پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی''۔

بخاریؒ نے یہ حدیث ''**باب من اجاز الطلاق ثلاثاً**'' کے تحت ذکر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی اس سے یکجا تین طلاق ہی سمجھا ہے؛ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ رفاعہ قرظی کے واقعہ کا مختصر ہے، جس کی بعض روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے تین طلاقوں میں کی آخری طلاق دی۔ حافظ ابن حجرؒ نے اعتراض کو اس طرح رد کیا ہے کہ رفاعہ قرظی کے علاوہ بھی ایک صحابی کا ایسا ہی واقعہ اپنی بیوی کے ساتھ پیش آیا ہے اور دونوں ہی عورتوں سے عبدالرحمٰن ابن الزبیرؓ نے نکاح کیا تھا اور صحبت سے پہلے ہی طلاق دیدی تھی ،لہٰذا رفاعہ قرظی کے واقعہ پر اس حدیث کو محمول کرنا بے دلیل ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ ''اس سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو دونوں واقعہ کو ایک کہتے ہیں،،۔

جب حدیث عائشہؓ کا حدیث ابن عباسؓ کے ساتھ تقابل کیا جائے تو دو حال پیدا ہوتے

ہیں، یا تو دونوں حضرات کی حدیث میں تین طلاق مجموعی طور پر مراد ہے یا متفرق طور پر، اگر تین طلاق یکجائی مراد ہے تو حدیث عائشہؓ متفق علیہ ہونے کی وجہ سے اولی ہے، اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ وہ عورت تین طلاق کی وجہ سے حرام ہوگئی تھی اور اب شوہر ثانی سے وطی کے بعد شوہر اول کے لئے حلال ہوسکتی ہے اور اگر متفرق طور پر مراد ہے تو حدیث ابن عباسؓ میں یکجائی تین طلاقوں کے واقع نہ ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ دعوی تو یہ ہے کہ ایک لفظ کی تین طلاق سے ایک طلاق پڑتی ہے اور حدیث ابن عباسؓ میں متفرق طلاقوں کا ذکر ہے اور یہ کہنا کہ حدیث عائشہؓ میں تین طلاق متفرق اور حدیث ابن عباسؓ میں مجموعی طور پر مراد ہے، بلاوجہ ہے۔ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں، جو یکجائی تین طلاق کے نافذ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے:

۱- حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ابن ابی شیبہ، بیہقی، دارقطنی نے ذکر کی ہے۔

۲- حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث دارقطنی نے ذکر کی ہے۔

۳- حضرت معاذ ابن جبلؓ کی حدیث بھی دارقطنی نے روایت کی ہے۔

۴- حضرت حسنؓ بن علیؓ کی حدیث بھی دارقطنی نے روایت کی ہے۔

۵- عامر شعبیؒ سے فاطمہ بنت قیسؓ کے واقعۂ طلاق کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

۶- حضرت عبادہ بن صامت کی ایک حدیث دارقطنی و مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔

ان تمام احادیث سے تین طلاق کا لازم ہونا مفہوم ہوتا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت الاستاذ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب کا رسالہ اعلام مرفوعہ/۴ تا ۷۔

(۳) بعض فقہاء مثلاً ابن قدامہ حنبلیؒ نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ نکاح ایک ملک ہے، جسے متفرق طور پر زائل کیا جاسکتا ہے، تو مجموعی طور پر بھی زائل کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ تمام ملکیتوں کا یہی حکم ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی، تو بیوی اس کے لئے اس وقت حلال ہوسکتی ہے، جب کسی دوسرے شوہر سے ہم صحبت ہولے۔ اس میں لغۃً اور شرعاً شوہر اول کے تین طلاق مجموعی یا متفرق طور پر دینے میں کوئی فرق نہیں ہے، فرق محض صورۃً ہے جس کو شارع نے لغو قرار دیا ہے؛ اس لئے کہ شارع نے عتق، اقرار اور نکاح کو جمع اور تفریق کی صورت میں یکساں رکھا ہے۔ مولیٰ اگر بیک لفظ کہے کہ میں نے ان تینوں عورتوں کا نکاح تم سے کردیا، تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے جیسے الگ الگ یوں کہے کہ اس کا اور اس کا نکاح تم سے کردیا تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر کہے کہ میں نے ان تینوں غلاموں کو آزاد کردیا تو سب کی آزادی نافذ ہوجائے گی، جیسے الگ الگ یوں کہے کہ میں نے اس کو اور اس کو آزاد کیا تو سب کی آزادی نافذ ہوجاتی ہے۔ یہی حال اقرار کا بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمع وتفریق میں کوئی فرق نہیں، زیادہ سے زیادہ یکجائی تین طلاق دینے والے کو اپنا اختیار ضائع کرنے میں انتہاپسندی پر ملازمت کا مستحق ٹھرایا جاسکتا ہے۔

(۴) بعض مخالفین کے علاوہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ہازل کی طلاق حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی اس حدیث کی وجہ سے واقع ہوجاتی ہے جسے تمام امت نے قبول کیا ہے۔ ثلاث جدھن جد وھزلھن جد الطلاق والنکاح والرجعة . ''تین چیزیں ہیں جن کا واقعی بھی حقیقت ہے اور مذاق بھی حقیقت ہے۔ طلاق، نکاح اور رجعت''۔ مذاق میں

طلاق دینے والے کا دل بھی قصد وارادہ کے ساتھ طلاق کا ذکر کرتا ہے، لہذا جو طلاق ایک سے زائد ہوگی، وہ مسمّٰی طلاق سے خارج نہیں ہوگی، بلکہ وہ بھی صریح طلاق ہوگی اور تین طلاق کو ایک سمجھنا گویا بعض عدد کو زیر عمل لا کر باقی کو چھوڑ دینا ہے، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔

(۵) یکجائی تین طلاق دینے سے تین واقع ہونا اکثر اہل علم کا قول ہے، اسی کو حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ اصحابِ رسول نے اختیار کیا ہے اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے علاوہ دوسرے فقہاء مجتہدین ابن ابی لیلیٰؒ، اوزاعیؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ابن عبدالہادیؒ نے ابن رجبؒ سے نقل کیا ہے کہ میرے علم میں کسی صحابی اور کسی تابعی اور جن ائمہ کے اقوال حلال وحرام کے فتویٰ میں معتبر ہیں، ان میں سے کسی سے کوئی ایسی صریح بات ثابت نہیں جو بیک لفظ تین طلاق کے ایک ہونے پر دلالت کرے، خود ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کے حکم میں مختلف اقوال پیش کرنے کے دوران کہا:

دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے اور لازم ونافذ ہے، یہی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا آخری قول ہے، ان کے اکثر تلامذہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور یہی مذہب سلفِ صحابہ وتابعین کی ایک بڑی تعداد سے منقول ہے"۔

اور ابن قیمؒ نے کہا: "ایک لفظ کی تین طلاق کے بارے میں لوگوں کا چار مذہب ہے۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی مذہب ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بہت سے صحابۂ کرام کا ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا: "ہمارے علماء نے فرمایا کہ تمام ائمہ فتاویٰ ایک لفظ سے تین طلاق

کے لازم ہونے پر متفق ہیں اور یہی جمہور سلف کا قول ہے''۔ ابن عربی ؒ نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں کہا ہے اور اسے ابن قیمؒ نے بھی تہذیب السنن میں نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الطلاق مرتان (یعنی طلاق دو مرتبہ ہے) آخر زمانہ میں ایک جماعت نے لغزش کھائی اور کہنے لگے: ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ نہیں ہوتی، انھوں نے اس کو ایک بنا دیا اور اس قول کو سلف اول کی طرف منسوب کر دیا۔ علیؓ، زبیرؓ، ابن عوفؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کیا اور حجاج بن ارطاۃ کی طرف روایت کی نسبت کر دی؛ جن کا مرتبہ و مقام کمزور اور مجروح ہے، اس سلسلہ میں ایک روایت کی گئی جس کی کوئی اصلیت نہیں''۔ انھوں نے یہاں تک کہا ہے کہ: ''لوگوں نے اس سلسلہ میں جو احادیث صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں، وہ محض افتراء ہے، کسی کتاب میں اس کی اصل نہیں اور نہ کسی سے اس کی روایت ثابت ہے''۔ اور آگے کہا: ''حجاج بن ارطاۃ کی حدیث نہ امت میں مقبول ہے اور نہ کسی امام کے نزدیک حجت ہے''۔

(۶) حدیث ابن عباسؓ کے جوابات: حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث پر کہ ''عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں تین طلاق ایک تھی''، کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جن کی بنا پر اس حدیث سے استدلال کمزور پڑ جاتا ہے۔

(الف) اس حدیث کے سند و متن میں اضطراب ہے، سند میں اضطراب یہ ہے کہ کبھی ''عن طاؤس عن ابن عباس'' کہا گیا، کبھی ''عن طاؤس عن ابی الصہباء عن ابن عباس'' اور کبھی ''عن ابی الجوزاء عن ابن عباس'' آیا ہے

متن میں اضطراب یہ ہے کہ ابوالصہباء نے کبھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے: **الم تعلم أن الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدةً.** ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرد جب ملاقات سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا، تو لوگ اسے ایک شمار کرتے تھے''۔ اور کبھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے: **الم تعلم ان الطلاق الثلاث كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر وصدر من خلافة عمر واحدة.** ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں تین طلاق ایک تھی''۔

(ب) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرنے میں طاؤس منفرد ہیں اور طاؤس میں کلام ہے، اس لئے کے وہ حضرت ابن عباسؓ سے مناکیر روایت کرتے ہیں۔ قاضی اسماعیلؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں کہا ہے کہ ''طاؤس اپنے فضل وتقوی کے باوجود منکر باتیں روایت کرتے ہیں اور انھیں میں سے یہ حدیث بھی ہے''۔ ابن ایوب سے منقول ہے کہ وہ طاؤس کی کثرت خطا پر تعجب کرتے تھے۔ ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ ''طاؤس اس حدیث میں تنہا ہیں''۔ ابن رجب نے کہا کہ ''علماء اہل مکہ طاؤس کے شاذ اقوال کا انکار کرتے تھے''۔ قرطبی نے عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ ''طاؤس کی روایت وہم اور غلط ہے، حجاز، شام اور مغرب کے کسی فقیہ نے اس پر اعتماد نہیں کیا ہے''۔

(ج) بعض اہل علم نے کہا ہے کے حدیث دو وجہ سے شاذ ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ اس کی روایت کرنے میں طاؤس منفرد ہیں اور کوئی ان کا متابع نہیں۔ امام احمدؒ نے ابن منصور کی

روایت میں کہا ہے کہ ''ابن عباسؓ کے تمام تلامذہ نے طاؤس کے خلاف روایت کیا ہے''
جوزجانی نے کہا ہے کہ ''یہ حدیث شاذ ہے''۔ابن عبدالہادی نے ابن رجب سے نقل کیا ہے کہ ''میں نے بڑی مدت تک اس حدیث کی تحقیق کا اہتمام کیا،لیکن اس کی کوئی اصل نہ پاسکا''۔

شاذ ہونے کی دوسری وجہ وہ ہے جس کو بیہقی نے ذکر کیا ہے انہوں نے ابن عباسؓ سے تین طلاق لازم ہونے کی روایات ذکر کرکے ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ ''وہ ابن عباسؓ کے بارے میں یہ گمان نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے کوئی بات محفوظ کی ہو اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دیں''۔ابن ترکمانی نے کہا کہ ''طاؤس کہتے تھے کہ ابوالصہباء مولیٰ ابن عباسؓ نے ان سے تین طلاق کے بارے میں پوچھا تھا؛لیکن ابن عباسؓ سے یہ روایت اس لئے صحیح نہیں مانی جاسکتی کہ ثقات خود انھیں سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اور اگر صحیح بھی ہو،تو ان کی بات ان سے زیادہ جاننے والے جلیل القدر صحابہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ،علیؓ،ابن مسعودؓ،ابن عمرؓ وغیرہم پر حجت نہیں ہوسکتی''۔

حدیث میں شذوذ ہی کی وجہ سے دو جلیل القدر محدثوں نے اس حدیث سے اعراض کیا ہے ۔امام احمدؒ نے اثرم اور ابن منصور سے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی حدیث قصداً ترک کر دی ؛ اس لئے کہ میری رائے میں اس حدیث سے یکجائی تین طلاق کے ایک ہونے پر استدلال درست نہیں ؛ کیوں کہ حفاظِ حدیث نے ابن عباسؓ سے اس کے خلاف روایت کیا ہے اور بیہقی نے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث کو اسی وجہ سے قصداً چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے امام احمدؒ نے ترک کیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دو امام فن

حدیث کواسی وقت چھوڑ سکتے ہیں جب کہ چھوڑنے کا سبب رہا ہو۔

(د) حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ایک اجتماعی حالت بیان کرتی ہے، جس کا علم تمام معاصرین کو ہونا چاہئے تھا اور متعدد طرق سے اس کے نقل کے کافی اسباب ہونے چاہئے تھے، جس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی، حالانکہ اس حدیث کو ابن عباسؓ سے بطریقِ آحاد ہی روایت کیا گیا ہے، اسے طاؤس کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، جب کہ وہ مناکیر بھی روایت کرتے ہیں۔

جمہور علماء اصول نے کہا ہے کہ اگر خبر آحاد کے نقل کے اسباب وافر ہوں، تو محض کسی ایک شخص کا نقل کرنا اس کے عدم صحت کی دلیل ہے۔صاحب جمع الجوامع نے خبر کے عدم صحت کے بیان میں اس خبر کو بھی داخل کیا ہے جو نقل کے اسباب وافر ہونے کے باوجود بطریق آحاد نقل کی گئی ہو۔ابن حاجبؒ نے مختصر الاصول میں کہا ہے:

''جب تنہا کوئی شخص ایسی بات نقل کرے، جس کے نقل کے اسباب کافی تھے، اس کے نقل میں ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ شریک ہونی چاہئے تھی، مثلاً وہ تنہا بیان کرے کہ شہر کی جامع مسجد میں منبر پر خطبہ دینے کی حالت میں خطیب کو قتل کر دیا گیا، تو وہ جھوٹا ہے، اس کی بات بالکل نہیں مانی جائے گی''۔

جس بات پر عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں تمام مسلمان باقی رہے ہوں، تو اس کے نقل کے کافی اسباب ہوں گے؛ حالانکہ ابن عباسؓ کے علاوہ کسی صحابی سے اس کے بارے میں ایک حرف بھی منقول نہیں (اور اس کو بھی حضرت ابن عباسؓ نے ابوالصہباء کے تلقین کرنے پر بیان کیا ہے) صحابۂ کرام کی خاموشی دو بات پر دلالت کرتی ہے۔ یا تو

حدیث ابن عباسؓ میں تینوں طلاقیں بیک لفظ نہ مانی جائیں؛ بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ بیک لفظ تین الفاظ میں تین طلاق دی گئی اور لفظ کا تکرار تاکید پر محمول کیا جائے، یا یہ حدیث صحیح نہیں، اس لئے کہ نقل کے کافی وسائل ہونے کے باوجود آحاد نے اسے روایت کیا ہے۔

(ر) جب ابن عباسؓ جانتے تھے کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں تین طلاق ایک سمجھی جاتی تھی، تو ان کے صلاح وتقویٰ، علم واستقامت، اتباع سنت اور برملا حق گوئی کے پیش نظر یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ انھوں نے یکجائی تین طلاق سے تین نافذ کرنے میں حضرت عمرؓ کے حکم کی اتباع کی ہوگی۔ تمتع حج، دو دینار کے عوض ایک دینار کی خرید وفروخت، ام ولد کی خرید وفروخت وغیرہ کے مسائل میں حضرت عمرؓ سے ان کا اختلاف پوشیدہ نہیں، لہذا کسی ایسے مسئلہ میں وہ حضرت عمرؓ کی موافقت کیسے کرسکتے ہیں، جس کے خلاف وہ خود روایت کرتے ہوں، تمتع حج کے بارے میں حضرت عمرؓ سے ان کا جو اختلاف ہوا ہے، اس سلسلہ میں ان کا یہ مشہور قول ان کی برملا حق گوئی کی واضح دلیل ہے، انھوں نے فرمایا کہ: ''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم لوگ کہتے ہو ابوبکر نے کہا، عمر نے کہا''۔

(س) اگر ابن عباسؓ کی حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے، تو قرون اولیٰ میں صحابۂ کرام کے صلاح وتقویٰ، علم واستقامت اور غایت اتباع کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے تین طلاقوں کو ایک جانتے ہوئے حضرت عمرؓ کا حکم قبول کرلیا ہوگا، اس کے باوجود کسی سے بہ سند صحیح یہ ثابت نہیں کہ اس نے حدیث ابن عباسؓ کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔

(ص) مخالفین کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاق سے تین کے نفاذ کا حکم سزا کے طور پر جاری کیا تھا؛ اس لئے کہ ایسے کام میں جس پر بڑے غور وفکر کے بعد اقدام کرنا چاہئے تھا، لوگوں نے عجلت سے کام لینا شروع کر دیا تھا؛ لیکن یہ بات تسلیم کرنا موجب اشکال ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ جیسا متقی عالم وفقیہ کوئی ایسی سزا کیسے جاری کرسکتا ہے، جس کے اثرات مستحق سزا تک ہی نہیں محدود رہتے؛ بلکہ دوسری طرف (یعنی بیوی کی طرف) بھی پہونچتے ہیں۔ حرام فرج کو حلال کرنا اور حلال فرج کو حرام کرنا اور حقوق رجعت وغیرہ کے مسائل اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

مجلس کا فیصلہ: مجلس ہیئت کبار علماء نے جو فیصلہ کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

بعد دراسة المسئلة وتداول الرأى واستعراض الأقوال التى قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظٍ واحدٍ ثلاثاً . (مجلة البحوث الإسلاميةالمجلد الأول ، العدد الثالث ، ص: ١٦٥)

مسئلہ موضوعہ کے مکمل مطالعہ، تبادلۂ خیال اور تمام اقوال کا جائزہ لینے اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات پر جرح ومناقشہ کے بعد مجلس نے اکثریت کے ساتھ ایک لفظ کی تین طلاق سے تین واقع ہونے کا قول اختیار کیا۔ لجنہ دائمہ نے تین طلاق کے مسئلہ میں جو بحث تیار کی ہے، اس کے اخیر میں مندرجہ ذیل اراکین مجلس کے دستخط بھی موجود ہیں۔

(۱) ابراہیم بن محمد آل الشیخ — صدر لجنہ

(۲) عبدالرزاق عفیفی — نائب صدر

(۳) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غذیان — عضو مجلس

(۴) عبداللہ بن سلیمان بن منیع — عضو مجلس

تنبیہ: اس مجلس کے جن علماء نے تین طلاق کو ایک قرار دیا ہے، انھوں نے صرف اس صورت کا یہ حکم بیان کیا ہے ''جب کوئی شخص یوں طلاق دے کہ میں نے تین طلاق دی (یا دیا)؛ لیکن جب کوئی یوں کہے کہ میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، تو اس صورت میں وہ بھی نہیں کہتے کہ ایک طلاق پڑے گی''۔ (یعنی اس صورت میں ان کے نزدیک بھی تین طلاق واقع ہوگی)۔

عدت کے مسائل

عدت کے معنی: عدت کے لغوی معنی شمار کرنے کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں عدت اس معین مدت کو کہتے ہیں جس میں شوہر کی موت یا طلاق یا خلع کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائیگی ہونے پر عورت کے لئے بعض شرعی احکامات کی پابندی لازم ہوجاتی ہے۔ عورت کے فطری احوال کے اختلاف کی وجہ سے عدت کی مدت مختلف ہوتی ہے، جس کا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے۔

عدت کی شرعی حیثیت: قرآن وسنت کی روشنی میں امت مسلمہ متفق ہے کہ شوہر کی موت یا طلاق یا خلع کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائیگی ہونے پر عورت کے لئے عدت واجب (فرض) ہے۔

عدت دو وجھوں سے واجب ھوتی ھے:

۱) شوھر کی موت کی وجہ سے:

☆ اگر شوہر کے انتقال کے وقت بیوی حاملہ ہے تو Delivery ہونے تک عدت رہے گی، خواہ اس کا وقت چار ماہ اور دس روز سے کم ہو یا زیادہ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورۃ الطلاق ۴) حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل تک ہے۔ اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر حاملہ عورت کی عدت یہی ہے خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ، جیسا کہ احادیث کی کتابوں (کتاب الطلاق) میں وضاحت موجود ہے۔

☆ حمل نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے انتقال کی وجہ سے عدت ۴ ماہ اور ۱۰ دن کی ہوگی خواہ عورت کو ماہواری آتی ہو یا نہیں، خلوت صحیحہ (صحبت) ہوئی ہو یا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْراً (سورۃ البقرۃ ۲۳۴) تم میں سے جولوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن عدت میں رکھیں۔

۲) طلاق یا خلع کی وجہ سے:

بعض ناگزیر حالات میں کبھی کبھی ازدواجی زندگی کا ختم کر دینا ہی نہ صرف میاں بیوی کے لئے بلکہ دونوں خاندانوں کے لئے باعث راحت ہوتا ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے طلاق اور فسخ نکاح (خُلع) کا قانون بنایا ہے، جس میں طلاق کا اختیار صرف مرد کو دیا گیا ہے کیونکہ اس میں عادتاً وطبعاً عورت کے مقابلہ فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَة﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء ۳۴) لیکن عورت کو بھی اس حق سے یکسر محروم نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ عدالت میں اپنا موقف پیش کرکے قانون کے مطابق طلاق حاصل کرسکتی ہے جس کو خُلع کہا جاتا ہے۔

☆ اگر طلاق یا خلع کے وقت بیوی حاملہ ہے تو Delivery ہونے تک عدت رہے گی خواہ تین ماہ سے کم مدت میں ہی ولادت ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورۃ الطلاق ۴)

حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل تک ہے۔

﴿نوٹ﴾: اگر شوہر کے انتقال یا طلاق کے کچھ دنوں بعد حمل کا علم ہو تو عدت وضع حمل تک رہے گی خواہ یہ مدت ۹ ماہ کی ہی کیوں نہ ہو۔

☆ اگر طلاق یا خلع کے وقت عورت حاملہ نہیں ہے تو ماہواری آنے والی عورت کے لئے عدت ۳ حیض (ماہواری) رہے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ ﴿نوٹ﴾: تیسری ماہواری ختم ہونے کے بعد عدت مکمل ہوگی۔ عورتوں کے احوال کی وجہ سے یہ عدت ۳ ماہ سے زیادہ یا تین ماہ سے کم بھی ہوسکتی ہے۔

☆ جن عورتوں کو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو یا جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو تو طلاق کی صورت میں ان کی عدت تین مہینے ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَالّٰئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ اَشْهُرٍ وَالّٰئِىْ لَمْ يَحِضْنَ (سورۃ الطلاق ۴) تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوچکی ہیں، اگر تم کو ان کی عدت کی تعیین میں شبہ ہو رہا ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض آیا ہی نہیں ہے، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

☆ نکاح کے بعد لیکن خلوت صحیحہ (صحبت) سے قبل اگر کسی عورت کو طلاق دے دی جائے تو اس عورت کے لئے کوئی عدت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (سورۃ الاحزاب ۴۹) اے ایمان والو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے (یعنی صحبت کرنے) سے قبل ہی طلاق دے دو تو ان عورتوں پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔ یعنی خلوت صحیحہ سے قبل طلاق کی صورت میں عورت کے لئے عدت نہیں ہے۔

﴿نوٹ﴾: نکاح کے بعد لیکن خلوت صحیحہ (صحبت) سے قبل شوہر کے انتقال کی صورت میں عورت کے لئے عدت ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۳۴ کے عموم و دیگر احادیث صحیحہ کی روشنی میں امت مسلمہ اس پر متفق ہے۔

﴿نوٹ﴾: نکاح کے بعد لیکن خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دینے کی صورت میں آدھے مہر کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ (سورۃ البقرہ ۲۳۷)

عدت کی مصلحتیں:

عدت کی متعدد دنیاوی واخروی مصلحتیں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱) عدت سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانا عبادت ہے اور عبادت سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

۲) عدت کو واجب قرار دینے کی اہم مصلحت اس بات کا یقین حاصل کرنا ہے تاکہ پہلے شوہر کا کوئی بھی اثر بچہ دانی میں نہ رہے اور بچے کے نسب میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

۳) نکاح چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اس لئے اس کے زوال پر عدت واجب قرار دی گئی۔

۴) نکاح کے بلند و بالا مقصد کی معرفت کے لئے عدت واجب قرار دی گئی تا کہ انسان اس کو بچوں کا کھیل نہ بنا لے۔

۵) شوہر کے انتقال کی وجہ سے گھر/خاندان میں جو ایک خلا پیدا ہوا ہے اس کی یاد کچھ مدت تک باقی رکھنے کی غرض سے عورت کے لئے عدت
ضروری قرار دی گئی۔

عدت سے متعلق متفرق مسائل:

☆ حاملہ عورت (مطلقہ یا بیوہ) کی عدت ہر صورت میں وضع حمل یا سقوط حمل تک ہی رہے گی۔

☆ شوہر کی وفات یا طلاق دینے کے وقت سے عدت شروع ہو جاتی ہے خواہ عورت کو شوہر کے انتقال یا طلاق کی خبر بعد میں پہونچی ہو۔

☆ مطلقہ یا بیوہ عورت کو عدت کے دوران بلا عذر شرعی گھر سے باہر نکلنا نہیں چاہئے۔

☆ کسی وجہ سے شوہر کے گھر عدت گزارنا مشکل ہو تو عورت اپنے میکے یا کسی دوسرے گھر میں بھی عدت گزار سکتی ہے۔ (سورۃ الطلاق ۱)

☆ عورت کے لئے عدت کے دوران دوسری شادی کرنا جائز نہیں ہے، البتہ رشتہ کا پیغام عورت کو اشارۃً دیا جاسکتا ہے۔(البقرۃ ۲۳۴/۲۳۵)

☆ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کو عدت کے دوران خوشبو لگانا، سنگھار کرنا، سرمہ اور خوشبو کا تیل بلا ضرورت لگانا، مہندی لگانا اور زیادہ چمک دمک والے کپڑے پہننا درست نہیں ہے۔

☆ اگر چاند کی پہلی تاریخ کوشوہر کا انتقال ہوا ہے تب تو یہ مہینے خواہ ۳۰ کے ہوں یا ۲۹ کے ہوں، چاند کے حساب سے پورے کئے جائیں گے اور ۱۱ تاریخ کو عدت ختم ہوجائے گی۔

☆ اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی دوسری تاریخ میں شوہر کا انتقال ہوا ہے تو ۱۳۰ دن عدت رہے گی۔علماء کی دوسری رائے یہ ہے کہ جس تاریخ میں انتقال ہوا ہے،اس تاریخ سے چار ماہ کے بعد ۱۰ دن بڑھادئے جائیں مثلاً ۱۵ محرم الحرام کوانتقال ہوا ہے تو ۲۶ جمادی الاول کو عدت ختم ہوجائے گی۔

☆ اگر عورت شوہر کے انتقال یا طلاق کی صورت میں عدت نہ کرے یا عدت تو شروع کی مگر مکمل نہ کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کو توڑنے والی کہلائے گی جو بڑا گناہ ہے،لہذا اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر کے ایسی عورت کے لئے عدت کو مکمل کرنا ضروری ہے۔

☆ عدت کے دوران عورت کے مکمل نان ونفقہ کا ذمہ دار شوہر ہی ہوگا۔

اسلام اور ضبط ولادت (Birth Control in Islam)

ہمارے اور تمام جاندار کے رزق کی ذمہ داری خالق کائنات نے خود اپنے ذمہ لی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ ہاں دنیا کے دارالاسباب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق کے اسباب اختیار کرنے کو کہا ہے، لیکن اسباب کی کثرت مال وثروت کی کثرت کا ضامن نہیں ہے، جیسا کہ اسباب کے باوجود بعض مرتبہ نقصانات ہوجاتے ہیں۔ اگر صرف اسباب پر ہی نتیجہ برآمد ہوتا تو دنیا میں زیادہ محنت کرنے والے حضرات ہی زیادہ مالا مال ہوتے لیکن مشاہدہ اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی صرف تین آیات کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمہ نہ لے رکھا ہو۔ (سورۃ الھود ٦) اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ یقین جانو کہ ان کو قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ (سورۃ الاسراء ۳۱) غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی۔ (سورۃ الانعام ۱۵۱) قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث نبویہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہم اپنے بچوں کے رزق کے لئے صرف اسباب ہیں، رازق نہیں ہیں۔ ہم اپنے اور اپنے بچوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش ضرور کریں مگر اللہ ہی مسائل کا حل کرنے والا ہے۔ مذکورہ آخری دو آیات کی روشنی میں مفسرین کرام نے تحریر کیا ہے کہ حمل ٹھہرنے کے بعد مفلسی کے ڈر سے یعنی یہ سوچ کر کہ ہمارے بچوں کو کون کھلائے گا، اسقاط حمل

(Abortion) جائز نہیں ہے۔ہاں اگر ماں کی جان کو خطرہ ہو جائے تو پھر جائز ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، دانشور اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر میاں بیوی دو یا تین سے زیادہ بچے رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ان کو ایک یا دو بچے رکھنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرمایا کہ ایک مرد استطاعت کے ساتھ چار عورتوں سے شادی کرسکتا ہے۔(سورۃ النساء ۳) جب چار شادی کرنے کی اجازت مرد وعورت کو پیدا کرنے والے نے خود دی ہے تو کسی مخلوق کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ کثرت زواج خود ہی اولاد کی کثرت کا سبب بنے گی۔ نیز جس ذات پر قرآن کریم نازل ہوا، اس نے اپنے قول وعمل سے اللہ کے پیغام کو قیامت تک آنے والے انسانوں تک پہنچایا کہ اولاد کی کثرت مطلوب ہے، اگرچہ مانع حمل کے جائز وسائل اختیار کر کے اولاد کم رکھنے کی گنجائش ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ کو ایک حسب ونسب والی خاتون ملی ہے لیکن وہ عورت بانجھ ہے (یعنی اس کے اولاد نہیں ہوسکتی) کیا میں اس سے نکاح کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے اس سے شادی کرنے کو منع فرمادیا، پھر دوسرا شخص حاضر ہوا تو اس کو بھی منع فرمادیا، پھر تیسرا شخص حاضر ہوا تو اس کو بھی منع فرمادیا اور فرمایا کہ تم ایسی خواتین سے نکاح کرو کہ جو اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور مرد (یعنی شوہر سے) محبت کرنے والی ہوں اس لئے کہ میں تم سے امت کو بڑھاؤں گا۔ (نسائی ۔ کتاب النکاح ۔ باب کراہیۃ تزویج العقیم ،،۔ابوداود۔کتاب النکاح۔باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء)

مذکورہ بالا حدیث متعدد کتب حدیث میں موجود ہے اور پوری امت مسلمہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر متفق ہے۔ اس مضمون سے متعلق ہمارے نبی اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان تمام احادیث کے صحیح ہونے پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں، نیز نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں بچوں کو کم پیدا کرنے کی کوئی ترغیب دور دور تک کہیں نہیں ملتی حالانکہ نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لئے بہت زیادہ شفیق اور رحم کرنے والے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے بھی امت مسلمہ کو زیادہ بچے کرنے کی ترغیب دی کہ آپ ﷺ کی چار لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے آپ ﷺ سے بھی زیادہ بچے پیدا ہوئے لیکن آپ ﷺ نے کسی ایک صحابی کو ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا کہ اب بس کرو، اور ان ہی کی تربیت کرلو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اصل و بنیادی مقصد لوگوں کی تربیت ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ کثرت اولاد بچوں کی بہترین تربیت سے مانع نہیں ہے، اگر ہے تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو کثرت اولاد سے کیوں نہیں روکا؟ حضور اکرم ﷺ کی زندگی نہ صرف صحابہ کرام کے لئے موڈل ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بہترین اسوہ (نمونہ) ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱ میں ذکر کیا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حکم بجالانے میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے۔

ضبط ولادت (**Birth Control**) کے سلسلہ میں زمانۂ قدیم سے علماء وفقہاء کی تین رائے چلی آرہی ہیں: ۱) ضبط ولادت کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اس کی دلیل کے لئے

سورۃ الانعام کی ۱۵۱ ویں آیت پیش کی جاتی ہے۔ ۲) ضبط ولادت کی کسی حد تک گنجائش ہے، یعنی اگر کوئی شخص مانع حمل کے اسباب اختیار کرنا چاہے تو جائز ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو عزل کرنے (ضبط ولادت کا ایک طریقہ، جس میں منی کے نکلنے کے عین وقت مرد صحبت سے نکل کر منی باہر نکال دیتا ہے) سے منع نہیں فرمایا۔ (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب العزل) ۳) ضبط ولادت مفلسی کے ڈر سے حرام ہے یعنی یہ سوچ کر کہ ہمارے بچوں کو کون کھلائے گا، لیکن دیگر صورتوں میں جائز ہے۔

اگر حمل ٹھہر جائے تو اسقاط حمل (Abortion) جائز نہیں ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۳۱، سورہ الانعام ۱۵۱) البتہ شرعی وجہ جواز پائے جانے کی صورت میں بہت بھی نہایت محدود دائرہ میں حمل کا اسقاط جائز ہے۔ چار مہینے مکمل ہوجانے کے بعد حمل کا اسقاط بالکل حرام ہے، کیونکہ وہ ایک جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کسی وجہ سے حمل کے برقرار رہنے سے ماں کی جان کو خطرہ ہوجائے تو ماں کی زندگی کو بچانے کے لئے چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے۔ یہ محض دو ضرر میں سے بڑے ضرر کو دور کرنے، اور دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کے لئے اجازت دی گئی ہے۔

﴿نوٹ﴾ ان دنوں حمل ٹھہرنے کے بعد صرف اس وجہ سے کہ بچے چھوٹے ہیں، دشواری ہوگی وغیرہ وغیرہ، اسقاط حمل (Abortion) کرادیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے، بلکہ ہمیں چاہئے کہ اگر ہم اولاد کے درمیان وقفہ چاہتے ہیں تو مانع حمل کے ایک سے زائد جائز طریقے پہلے سے اختیار کرلیں، تاکہ بعد میں اسقاط حمل کا معاملہ ہی درپیش نہ آئے، شرعاً وقتی طور پر مانع حمل کے اسباب اختیار کرنے کی گنجائش ہے لیکن حمل ٹھہرنے کے بعد صرف

چھوٹے چھوٹے عذر کی وجہ سے اسقاط حمل (Abortion) کرانا جائز نہیں ہے۔

ضبط ولادت کی تحریک کی ابتداء ۱۷۹۸ میں یورپ کے مشہور ماہر معاشیات مالتھوس (Malthus) نے شروع کی تھی۔ جس کے بعض غلط نتائج سامنے آئے اور آرہے ہیں ،جس کا اعتراف خود مستشرقین نے کیا ہے اور کررہے ہیں۔ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے تک ہمارے معاشرہ میں ضبط ولادت پر کوئی خاص عمل نہیں تھا۔ اب ہمارے معاشرہ میں خاص کر شہروں میں اس کا رواج شروع ہوگیا ہے، حتی کہ مغرب سے متاثر بعض لوگ رسول اکرم ﷺ کی خواہش کے برخلاف زیادہ بچے پیدا کرنے کو غلط قرار دینے لگے ہیں، اور اس کے لئے ایسے ایسے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک سارے انسان ایک بڑی غلطی کے مرتکب تھے۔

ایک مغالطہ کا ازالہ: عصر حاضر میں ضبط ولادت پر زیادہ تر عمل شہروں میں اور مالداروں میں ہورہا ہے، جس سے ان کے بچے بظاہر خوشحال نظر آتے ہیں جس کو دیکھ کر مغربی تہذیب سے متاثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کم بچوں کے ہونے کا نتیجہ ہے، حالانکہ یہ ضبط ولادت کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ تو پہلے سے ہی خوشحال تھے۔ اگر کم اولاد کی وجہ سے خوشحالی آئی ہوتی تو دیہات میں کسی غریب شخص کے ایک یا دو بچے ہونے کی صورت میں اس شخص کی زندگی کا معیار ان شہر والوں اور مالداروں کی طرح یا ان سے زیادہ بہتر ہوجاتا جن کے دو سے زیادہ بچے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ کم بچے خوشحالی کا یقینی ذریعہ نہیں ہے۔ اسلام میں بہترین تربیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لڑکا ڈاکٹر یا انجینئر بن جائے خواہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیم سے واقف ہو یا نہ ہو۔ اسلامی تربیت کے لئے اسلام کے بنیادی احکام سے واقفیت اور اس پر

عمل کرنا ضروری ہے خواہ وہ ڈاکٹر ہو یا انجینئر، کسی یونیورسٹی کا پروفیسر ہو یا کسی دیہات میں قاعدہ بغدادی پڑھانے والا، بڑا تاجر ہو یا سبزی فروش۔

خلاصہ کلام: قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے رزق کی ذمہ داری خالق کائنات نے خود اپنے ذمہ لی ہے، لہذا اس وجہ سے کہ بچوں کو کون کھلائے گا ضبط ولادت (Birth Control) پر عمل نہ کریں بلکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہمارے اور ہمارے بچوں کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، وہی رازق وخالق ومالک ہے، ہمارے لئے شرعاً اجازت ہے کہ ہم وقتی طور پر مانع حمل کے اسباب (مثلاً کنڈوم کا استعمال، مانع حمل دوا کھانا وغیرہ) اختیار کرکے دو یا تین بچوں پر اس سلسلہ کو موقوف کرسکتے ہیں۔ مگر کوئی شخص زیادہ بچے رکھنا چاہے تو ہمیں اسے حقارت کی نگاہ سے نہیں بلکہ عزت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہئے کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بہتر صورت کو اختیار کررہا ہے۔ دائمی طور پر حمل کی صلاحیت کو ختم کرانے کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے، ہاں اگر کسی عورت کے تین یا دو بچے آپریشن سے ہوچکے ہیں اور ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ ولادت کے سلسلہ کو ختم کرنا عورت کی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے تو پھر گنجائش ہے۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوٰۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडयोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारविारकि मामले कुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और ज़िक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR